Regd. No.: P/G D. P-3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

Phone No.: 35

جلد : ۲۴
شمارہ : ۵۱، ۵۲

جلسہ سالانہ نمبر

ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وّ انتم اذلّۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

شرحِ چندہ

سالانہ ـــــ ۱۵ روپے
ششماہی ـــــ ۸ روپے
ممالکِ غیر ـــــ ۳۰ روپے
فی پرچہ ـــــ ۳۰ پیسے

ایڈیٹر :- محمد حفیظ بقاپوری

نائبین :- جاوید اقبال اختر
محمد انعام غوری

The Weekly BADR Qadian Pin 143516

۱۴، ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۵ ہجری ❖ ۱۸، ۲۵ فتح ۱۳۵۴ ہجری شمسی ❖ ۱۸، ۲۵ دسمبر ۱۹۷۵ء

"مسجد اللہ کا گھر ہوتی ہے اور وہی اُس کا مالک ہوتا ہے۔ ہم تو محض کسٹوڈین ہیں۔ اِس کے دروازے عبادت کے لئے سب موحدین کے واسطے کھُلے ہیں" (خلیفۃ المسیح الثالث)

(فوٹو) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالےٰ مسجد گوٹن برگ (سویڈن) کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے ۔

(فوٹو) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، قائم مقام گورنر جنرل جسٹس بانجا تیجاں سیرالیون کو قرآنِ کریم کا تحفہ پیش کرتے ہوئے ۔

ہمارا عقیدہ

کلام حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دِل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیںؐ
شِرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دِل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا!
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا!
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان (پن کوڈ ۱۴۳۵۱۶) سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان ۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۸/۲۵ فتح ۱۳۵۴ ہش

****

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

(المسیح الموعودؑ)

ایک وہ وقت تھا جبکہ خلوت نشین رہ کر یادِ الٰہی میں مشغول رہنا مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہایت درجہ مرغوب تھا۔ اور کسی طرح کی شہرت اور نام و نمود سے آپ کی طبیعت نہایت درجہ نفور تھی۔ اُن دنوں پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بکثرت درود و سلام بھیجنا آپؑ کے دِل کی غذا تھی۔ اور درد بھرے دِل کے ساتھ اِسلام کی تر و تازگی اور مسلمانوں کی رُوحانی خستہ حالی پر آنکھیں اشکبار ہوتے ہوتے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں دست بدعا اور سربسجود رہتے ــــ!!

پھر وہ وقت بھی آیا جب حکمتِ الٰہیہ نے آپ کو حُکماً خلوت نشینی سے نکالا اور اصلاحِ خلق کے لئے مسیح موعود اور امام مہدی کے منصب عالی پر فائز فرماتے ہوئے آپ کے ذریعہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے سامان فرما دیئے۔ اور عظیم الشان بشارتوں سے نوازا۔

کام بہت بڑا تھا۔ ذمہ داری نہایت اہم تھی۔ حضورؑ اکیلے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی بشارتوں اور اس کے تصرفِ خاص کے نتیجہ میں سعید الفطرت افراد کے دِلوں میں اندر ہی اندر آپ کی مقبولیت پیدا ہونے لگی۔ وہ آپ کی طرف کھِنچے چلے آنے لگے۔ چنانچہ مارچ ۱۸۸۹ء میں جب بمقام لدھیانہ پہلی بیعت ہوئی تو یہی وہ مبارک دِن تھے جب جماعتِ احمدیہ کی باضابطہ طور پر بنیاد رکھی گئی۔ اس پر آج ۸۶ سال گزرتے ہیں۔ اُس روز حضورؑ کی بیعت کرنے والے بس اُنگلیوں پر گنے جانے والے چند افراد ہی تو تھے۔ اور وہ بھی غالباً صرف پنجاب ہی کے چیدہ چیدہ مقامات سے تعلق رکھنے والے۔ لیکن اس کے بعد کس قدر انقلاب عظیم رُونما ہوا۔ آپ کا سلسلہ کس طرح دن بدن ترقی کرتا چلا گیا؟ اس پر مخالفین تک حیرت زدہ اور انگشت بدنداں ہیں۔ باوجودیکہ ان لوگوں نے ہر قدم پر مخالفت کی کوئی بھی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن ان سب شدید قسم کی مخالفتوں میں خُدا تعالےٰ نے جماعتِ احمدیہ کو معجزانہ اور حیرت انگیز طور پر ترقی دی۔ اور برابر دیتا چلا آرہا ہے۔ اور دیتا چلا جائے گا۔ کوئی نہیں جو خُدائی فیصلہ کے نفاذ میں روک بن سکے !!

یہی وہ اہم نکتۂ معرفت ہے جو زیبِ عنوان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عارفانہ شعر میں بڑے ہی جامع الفاظ میں بیان ہُوا ہے۔ اِس شعر کا ایک ایک لفظ ہر نکتہ شناس انسان کو بڑے ہی لطیف پیرائے میں سنجیدگی اور متانت کے ساتھ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

مثلاً یہی کہ :-

● ــــ وہ لوگ جو مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی طرف چلے آئے، آخر اُنہوں نے حضور علیہ السلام کے اندر خُدائی انوار کا کچھ جلوہ تو ضرور دیکھا ہوگا کہ شدید مخالفت کے دِنوں میں (جس کا سلسلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں ہُوا۔) آپ کی جماعت میں داخل ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر اُن ابتدائی ایام میں قادیان پہنچنا بہت ہمت اور جرأت کی بات تھی۔ کیونکہ اُس وقت قادیان کی بستی جس گمنامی کی حالت میں تھی۔ اور اُس تک پہنچنے کے لئے رستے کی بے حد دُشواریاں اس کے سوا تھیں۔ چنانچہ اُس وقت کے اپنے ذاتی حالات اور قادیان کا نقشہ خُود حضورؑ کے اپنے الفاظ میں اس طرح ملتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

اِک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا ٭ قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد ٭ لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اُس زمانہ میں خُدا نے دی تھی شہرت کی خبر ٭ جو کہ اب پُوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار

ایک اَور مقام پر فرماتے ہیں ؎

مَیں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہُنر ٭ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی ٭ میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی!
اب دیکھتے ہو کیسا رُجوعِ جہاں ہُوا ٭ اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

حقیقت یہ ہے کہ پروانے اپنی طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے روشنی کے عاشق ہوتے ہیں۔ وہ اُسی جگہ آتے ہیں جہاں اُنہیں روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔ یہی حال رُوحانی وجودوں اور مقبولینِ بارگاہِ الٰہی کا ہوتا ہے۔ سلیم الفطرت نیک افراد کو اُن کے وُجود سے ایک خاص قسم کا نُور اور روشنی نظر آتی ہے۔ بس اسی کی کشش اُنہیں کشاں کشاں کھینچ لاتی ہے۔ حدیثِ نبوی کی روشنی میں یہی امتیازی حیثیت کسی بندۂ خدا کی بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت کی علامت ہوتی ہے۔ اور حضرت جبرائیل امین بامرِ الٰہی عجیب طور سے لوگوں کے دِلوں میں اُس بندۂ خاص کے لئے مقبولیت کے جذبات بھرتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ حدیثِ نبوی کے الفاظ میں یُوں ہوتا ہے کہ

فیوضع لہ القبول فی الارض

کہ اُس محبوبِ خدا بندے کے لئے زمین میں قبولیت ایک خاص رنگ پکڑ لیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کا صاف صاف اشارہ حضور علیہ السلام کے مندرجہ شعر میں ملتا ہے۔ اور اس پر ہر سعید الفطرت انسان کو ٹھنڈے دِل و دماغ سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مندرجہ شعر کے پہلے مصرعہ میں جوہر شناس کی بات جو خدائے علیم و خبیر کی طرف منسُوب کی گئی ہے، یہ گویا آیتِ قرآنی اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ تاریخِ انبیاء اِس بات پر شاہد ہے کہ جس زمانہ میں بھی جس وُجود پر خدائے علیم و خبیر کی نظرِ انتخاب پڑی، پہلے پہل تو اندھی دُنیا نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ خُوب مخالفت کی اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والے نتائج نے عملاً بتا دیا کہ اُس بندۂ خدا کے مخالفین ہی غلطی پر تھے۔ خدائے قدّوس کی جوہر شناس نگاہ نے جو انتخاب فرمایا تھا وہ ہر حالت میں درست اور برمحل تھا ــــ!!

اسی کے ساتھ دوسرے نمبر پر جب جوہر شناسی کا محل مصلحِ ربّانی کے علاوہ اُن افراد کو قرار دیں جو اپنی فطرتِ صحیحہ (جسے بمطابق فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا، فطرت اللہ بھی کہا جانا چاہیئے) کی رہنمائی سے ماموِرِ وقت کی طرف اس طرح کھِنچے چلے آتے ہیں جس طرح پروانہ شمع کی طرف تو کہنا چاہیئے کہ ایسے خوش نصیب افراد کو جو ہدایت کی توفیق ملی تو خدا ہی کی عنایت سے ایسا ہُوا۔ خُدائے قدوس ہی نے اُن کے دِلوں میں پوشیدہ صلاحیت اور جوہر رکھ دیا۔ جس نے اپنے نورِ بصیرت کے ذریعہ ماموِرِ وقت کے نُور کو پہچان لیا۔ حتےٰ کہ جَوہر کا یہ چھوٹا ٹکڑا بڑے جَوہر سے جا ملا۔

شعر کے دوسرے مصرعہ "اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس" میں دوہرا مفہوم پوشیدہ ہے۔ یعنی میرے پاس لانے کا ایک مطلب تو بیعت کر کے آپؑ کی پاک جماعت میں شامل ہونے سے متعلق ہے کہ اس کے پیچھے بھی محض خدائی تصرّف اور اس کی قدرت ہی کام کرتی ہے۔ دُور دراز علاقوں کے بسنے والوں کے دِلوں میں ایسی تحریک پیدا کر دینا اور اس کے لئے جملہ سامان میسّر کر دینا اُسی کی تقدیرِ خاص کا کرشمہ ہے۔

دُوسرا مفہوم سفر کی صعوبتوں اور طرح طرح کی روکوں میں سے ہوتے ہوئے جو لوگ مرکزِ سلسلہ میں چلے آتے ہیں، یہ بھی خدائی منشاء اور اس کی غیر معمولی تقدیر اور تصرف کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ یہ صورت اَور بھی ایمان افروز بن جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفین اِس بات میں بھی سدِّ راہ بننے میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دیتے۔ کیا بلحاظ اِس کے کہ سلسلۂ حقہ کے متعلق سراسر غلط بیانیوں کا طُومار باندھتے ہیں۔ سادہ لوح افراد کو حق و صداقت سے ورغلانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے برتتے ہیں۔ حتیٰ کہ ظاہری طور پر بھی مرکزِ سلسلہ کی طرف آنے والوں کے رستوں میں روکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں سا ہیوال جانے والوں کے لئے جس طرح مشکلات کے پہاڑ کھڑے کئے جاتے رہے وہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور اسی طریق کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ابتدائی دعوے کے ایام میں بھی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرح کے مخالفین نے استعمال کیا۔ موصوف قادیان کی طرف جانے والوں کو بٹالہ ہی سے روکنے کے لئے بہت زور لگایا کرتے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اِس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے خُدائی طاقت تھی۔ اور یہ سب کام اُسی کی حکمت اور تقدیر سے ہو رہے تھے۔ ان سب مخالفین کی نہ پہلے وقتوں میں کچھ پیش گئی اور نہ موجودہ وقت میں۔ خُدائی جماعت کی مقبولیت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ (آگے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷ پر)

خدا بڑی دولت ہے، اس کے پانے کیلئے مصیبتوں کیلئے تیار ہو جاؤ!

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دُنیا کیلئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو

بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اپنی جماعت کو زرّین نصائح

"اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو۔ اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اُٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو۔ کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے ....

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے۔ اس کے حاصل کرنے کیلئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کُنجی ہے۔ اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو، ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اور نماز میں بہت دُعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے سچائی اختیار کرو سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟ کیا اُس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں؟ ....

عزیزو! اس دُنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور اس دُنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے۔ اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے۔ اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو۔ اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں۔ اُن کی طرف کان دھرو اور اُن کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔ ......

باہم بُخل اور کینہ اور حسد اور بُغض اور بے مہری چھوڑ دو۔ اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّ اسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور بنی نوع کی۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۶-۴۵۰)

"میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ اِس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مُریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقوٰے کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں۔ اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی اُن کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں۔ اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔ گورنمنٹ جس کے زیر سایہ اُن کے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدقِ دل اس کے وفادار اور تابعدار رہیں۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی اُن کا اصول ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔ اور پنج وقتہ نمازوں کو نہایت التزام سے قائم رکھیں۔ اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور اتلافِ حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں ....

یہ وہ اُمور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو۔ اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں۔ اِس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو۔ اور صبر اور حلم سے کام لو۔ اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو۔ اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔"

(تبلیغِ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۲-۵۴)

"وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ سو اُس سے ڈرو۔ اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جن کو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کیلئے چُنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اِس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذُرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ۔"

(رازِ حقیقت صفحہ ۴-۵)

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق — اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

انتخاب از اُردو منظوم کلام

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حمدِ ربّ العالمین

کس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدءُ الانوار کا — بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا — کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف — جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں — ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا
کیا عجب تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص — کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اِن اسرار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر — خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

تجھے حمد و ثناء زیبا ہے پیارے — کہ تُو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے — چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تُو نے سب دشمن اُتارے — ہمارے کر دیئے اُونچے منارے
مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے — کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے — نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
تجھے دُنیا میں ہے کس نے پکارا — کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
پھر ہے کس قدر اُس کو سہارا — کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا
ہُوا مَیں تیرے فضلوں کا مُنادی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

فضائلِ قرآن مجید

جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے — قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا — بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں — نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز — اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خُدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو — وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

نُورِ فُرقاں ہے جو سب نُوروں سے اَجلیٰ نِکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نِکلا
یا الٰہی ترا فُرقاں ہے کہ اک عالَم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نِکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں — مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نِکلا
کس سے اِس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نِکلا

شُکرِ خُدائے رحماں جس نے دیا ہے قُرآں — غنچے تھے پہلے سارے اب گُل کھلا یہی ہے
کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا — دلبر بہت ہیں دیکھے دِل لے گیا یہی ہے
دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسے خوابیں — خالی ہیں اُن کی قابیں خوانِ ہُدیٰ یہی ہے
دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں — قُرآں کے گِرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

شانِ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا — نام اس کا ہے محمّدؐ دلبر مِرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے — اُس پر ہر اِک نظر ہے بدرُ الدُّجیٰ یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہُوا ہوں — وہ ہے مَیں چیز کیا ہُوں بس فیصلہ یہی ہے

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے — کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخُدا! — سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا — میرا بُستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے — جس کا غلام دیکھو مسیح الزّمان ہے!!
(الہامی شعر)

محاسنِ اسلام

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہُدیٰ یہی ہے!! — اے سونے والو جاگو شمس الضّحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا!! — اب آسماں کے نیچے دینِ خُدا یہی ہے
دنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھیں بھالیں — آخر ہُوا یہ ثابت دار الشفا یہی ہے
سو سو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بُلا کر — مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے
کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ — اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں — سب خشک باغ دیکھے پُھولا پھلا یہی ہے

تقویٰ

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے — اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصلِ اسلام تقویٰ — خدا کا عشق مَے اور جامِ تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تامِ تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خامِ تقویٰ
یہ دولت تُو نے مجھ کو اے خدا دی — فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تبلیغِ حق!

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آ گیا ہو کر مسیح — خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے — ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح — نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں — ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے — وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اظہارِ حق

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دِل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاکِ راہِ احمدِؐ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے — جان و دِل اِس راہ پر قربان ہے
دے چکے دِل اب تنِ خاکی رہا — ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب — کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

خطبہ جمعہ

بعثت حضرت مسیح موعودؑ کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں حقیقی توحید اور رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم ہو جائے

حُجّتِ اسلام کو دُنیا پر پُوری کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اِس کے لئے ضروری ہے کہ

ہم عاجزانہ راہوں کو اختیار کریں، نصرتِ الٰہی پر یقین رکھیں اور دُعا کو اُسکے کمال تک پہنچا دیں

از سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۹ راخاء ۱۳۴۹ ہش بمطابق ۹ راکتوبر ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مبارک ربوہ

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

" اے ارحم الراحمین ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ اور پُرخطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمینِ ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین! تو مجھ سے راضی ہو۔ اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے۔ اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی راہ ہی میں کر۔ اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اُٹھا۔ اے ارحم الراحمین! جس کام کی اشاعت کے لئے تُو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تُو نے میرے دِل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا۔ اور اِس عاجز کے ہاتھ سے حُجّتِ اسلام مخالفین پر اور اُن سب پر جو اَب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں، پُوری کر۔ اور اِس عاجز اور اِس کے تمام محبوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے ظِلّ اور حمایت میں رکھ کر دین و دُنیا میں آپ اُن کا متکفّل بن اور سب کو دارالرضا میں پہنچا اور اپنے رسُولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین ثم آمین "

(الحکم ۶/۱۳ اگست ۱۸۹۸ء انعامات خداوند کریم ص۱۴۱
بحوالہ الفضل ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۲ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں

" اے میرے قادر خُدا! میری عاجزانہ دُعائیں سُن لے۔ اور اس قوم کے کان اور دِل کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دِکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دُنیا سے اُٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راستباز اور تیرے موحّد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہُوا ہے۔ اور تیرے رسُولِ کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دِلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین۔ اے میرے قادر خُدا! مجھے یہ تبدیلی دُنیا میں دِکھا اور میری دُعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا! ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین "

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۶۴)

اِن اقتباسات میں جو ابھی مَیں نے پڑھ کر سُنائے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

آپؑ کی بعثت کی غرض

یہ ہے کہ اسلام کی حُجّت تمام مخالفینِ اسلام پر پُوری ہو۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ اسلام کے حُسن اور خوبیوں کو جاننے اور پہچاننے لگیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی حقیقی توحید انسانوں کے دِل میں پیدا ہو جائے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپؐ کے حُسن و احسان کے جلوے بنی نوع کے دِل منوّر کریں۔ اور پھر آپؑ نے اپنے متبعین کے لئے دُعا فرمائی ہے جو اس کام میں آپؑ کے مددگار اور معاون بنیں۔

حُجّتِ اسلام بنی نوعِ انسان پر پُوری کرنا آسان کام نہیں ہے۔ دُنیا اسلام کے حُسن اور اسلام کے احسان سے واقف نہیں ہے۔ لوگ اللہ تعالےٰ کی توحید پہچانتے ہی نہیں یا اس کی معرفت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالےٰ کے مُنکر ہیں یا اس کو بے بس اور کمزور سمجھتے ہیں اور

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسی عظیم ہستی

سے انہیں پیار نہیں۔ دُنیا اللہ اور اُس کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دُور ہے۔ ہزار بدظنّیاں ہیں۔ ہزار جہالتیں ہیں جو غلط خیالات اور غلط تصوّرات دِل میں جاتی ہیں۔ تعصبات ہیں، یہ احساس ہے کہ انہیں سُننے اور سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کو کمزور کرنے اور اس کے حُسن کو چھپانے کے لئے بے شمار منصُوبے بنائے جاتے ہیں۔ تمام دُنیا کی طاقتیں اسلام کے مقابلہ پر اکٹھی ہو گئی ہیں۔ ہمارے دِل میں بنی نوع کی محبت ہے۔ اس لئے ان کو جہنّم کی آگ سے بچانا بڑا اہم اور بڑا ضروری ہے۔ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم

آپؑ کی بعثت کی غرض کو پُورا کرنے کیلئے

اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرنے والے ہوں۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ہم عاجز اور کمزور ہیں۔ ہمیں اپنی ذات پر یا اپنی طاقتوں پر یا اپنے علم پر یا اپنی فراست پر یا اپنے جتھے پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ ظاہری لحاظ سے دُنیا کی دولت کے مقابلہ میں ہمارے پاس دولت تو یُوں کہنا چاہیئے ہے ہی نہیں۔ اور دُنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔ اور دُنیا کی تدبیروں کے مقابلہ میں ہماری تدبیر نہایت ہی عاجز اور کمزور ہے۔ اور جہاں تک ہماری ذات اور ہمارے نفس کا تعلق ہے ہمیں اس احساس کو اپنے دِلوں میں زندہ اور قائم رکھنا چاہیئے کہ ہم لاشئی محض ہیں۔ اور انتہائی طور پر عاجز ہیں۔ اگر وہ ذمّہ داری جو ہم پر ڈالی گئی ہے اُس کا کروڑواں حصّہ بھی ہم پر ذمّہ داری ہوتی تب بھی ممکن نہیں تھا کہ ہم اِس ذمّہ داری کو اپنی طاقت سے نبھا سکتے۔ لیکن یہاں تو اس سے کہیں زیادہ ہم پر ذمّہ داری ڈالی گئی ہے۔

یہ کوئی سہل اور آسان کام نہیں

کہ تمام بنی نوعِ انسان کے دِلوں کو خُدا اور اُس کے رسُولؐ کی محبّت سے بھر دیا جائے اور اس طرح پر اسلام کی حُجّت کو اُن پر پُورا کر دیا جائے۔

تیسری بات جو یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتائی ہے یہ ہے کہ جہاں ہمارے دِلوں میں عاجزی اور بے کسی اور بے مائیگی کا احساس ہو اور شدّت کے ساتھ زندہ احساس ہو وہاں ہمیں اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ

اللہ تعالیٰ تمام قدرتوں کا مالک اور سرچشمہ ہے

اور کوئی چیز اُس کے سہارے کے بغیر قائم نہیں رکھی جاسکتی اور نہ اس کی مدد اور نصرت کے بغیر حاصل کی جاسکتی ہے۔ کمزور تو ہیں ہم، لیکن اگر ہمارا زندہ تعلق اپنے ربّ کریم سے پیدا ہوجائے تو ہم محض اس کی مدد اور نصرت کے ساتھ اپنی ذمّہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہوسکتے ہیں۔ یہاں ایک اَور بات بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے حصول کے لئے حقیقی دُعا کی ضرورت ہے۔ ہم دُعا کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو حاصِل نہیں کرسکتے۔ اِس لئے جو دُعا نہیں کرتا، وہ اپنے بے نیاز اور غنی خدا سے دُور رہتا ہے۔ جو اُس کی پرواہ نہیں کرتا، اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ دُعا حقیقی ہونی چاہیئے۔ دُعا اپنی تمام شرائط کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ لیکن دُعا ہونی چاہیئے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو حاصِل نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے

دُعا کے مضمون پر بڑی تفصیلی اور گہری بحث

کی ہے۔ ایک فلسفی دماغ کو بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ایک عام انسان کو بھی یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔ (سُورۃ فرقان رکوع آخر) کہ جب تک تم دُعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو پختہ نہیں کر دگے اور اس کی قدرت اور طاقت کو جذب نہیں کروگے اس وقت تک اللہ تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ اور جب اللہ تمہاری مدد نہیں کرے گا تو تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اِس مختصر سی دُعا میں ہم پر یہ واضح کیا ہے کہ اگر ہم اپنے مقصد کو پہچانتے ہیں جو یہ ہے کہ حُجّتِ اسلام ساری دُنیا پر پُوری ہو جائے۔ اگر ہم اپنے نفس کی عاجزی اور بے کسی کا احساس رکھتے ہیں۔ اگر ہم اپنے ربّ کی کامل طور پر معرفت رکھتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ جُوتی کا تسمہ ہو یا تمام دُنیا میں حُجّتِ اسلام کو پُورا کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اِس لئے ہر دم اور ہر آن اپنی بقاء اور اپنی جدّوجہد میں کامیابی اور مثمر ثمرات ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قُوّت اور اس کی طاقت اور اس کی مدد و نصرت کی ضرورت ہے۔ اس لئے آج میں پھر

اپنے بھائیوں اور بہنوں کو یہ کہنا چاہتا ہُوں

کہ وہ دُعاؤں کی طرف بہت متوجّہ ہوں۔ اور عاجزانہ طور پر اور عاجزی کے اِس احساس کو شدّت کے ساتھ اپنے دِل میں پیدا کرکے اور سوز و گداز کے ساتھ اور ایک تڑپ کے ساتھ محبّتِ ذاتیہ الٰہیّہ کی آگ کے شعلوں میں داخل ہوکر وہ اپنے ربّ کے حضور پہنچنے کی کوشش کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیار کے پانی سے اِس تپشِ محبّت کو ٹھنڈا کر دے۔ اور سُرورِ محبّت عطا فرماوے۔ ہمارے دِلوں، دماغوں اور رُوح میں سُرور پیدا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے کہ وہ مقصد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کا ہے اور جس کی ذمّہ داری آج ہمارے کندھوں پر ہے۔ ہم اس مقصد کے حصُول میں کامیاب ہوجائیں۔ دُنیا ہمیں عزّت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ ہم سے مخالفت سے پیش آتی ہے۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ جس چیز کی ہمیں پرواہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزّت کو پائیں۔

دُنیا ہمیں پہچانتی نہیں

اور چونکہ وہ ہمیں پہچانتی نہیں اِس لئے ہزار قسم کے جھوٹ ہمارے خلاف بولے جارہے ہیں۔ ہر شخص اِس بات پر فخر محسوس کرتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف زبان دراز کرے اور ہمارے خلاف جتنا چاہے جھوٹ بولے اور دُنیا کی سب طاقتیں ہمارے خلاف مجتمع ہوگئی ہیں اور اکٹھی ہوگئی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ اسلام غالب نہ ہو۔ لیکن خدا چاہتا ہے کہ اسلام غالب ہو۔ یہ عیسائی اور یہ مُشرک اور یہ دہریّہ اپنے ان منصُوبوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے کہ اسلام کو مغلوب کر دیں۔ اور مغلوب رکھیں۔ اِسلام ان پر ضرور غالب آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر یہی فیصلہ کیا ہے۔ لیکن زمین پر اُس نے ہم پر یہ ذمّہ داری عائد کی ہے کہ ہم دُعا اور تدبیر کو کمال تک پہنچا کر خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کو اپنے نفسوں میں اور اپنی زندگیوں میں پُورا کرنے کی کوشش کریں۔ ہم تو صرف اس حد تک کرسکتے ہیں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذرائع اور اسباب عطا کئے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ نہیں کرسکتے۔ لیکن دُعا بھی ایک تدبیر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُعا کو اس کے کمال تک پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک شخص کو

یہ طاقت دی ہے

کہ وہ اس کے حضور جب عاجزانہ جُھکے تو گِریہ وزاری اور سوز و گداز کو انتہاء تک پہنچا کر ایک ایسی آگ اپنے گرد جلا دے اور اس آگ کو اتنا تیز کر دے کہ اس کا نفس باقی نہ رہے۔ اور اپنے اُوپر ایک موت وارد کر دے تاکہ اللہ تعالیٰ سے ایک نئی زندگی حاصِل کرنے والا ہو۔ اور اس نئی زندگی پانے کے بعد اسے اس رنگ میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ملے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کی غرض پوری ہو جائے۔ پس

دُعاؤں کی طرف بہت ہی توجّہ دیں

اور ہماری حقیقی دُعا یہی ہے کہ اے خدا! جیسا کہ تُو نے چاہا ہے ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری مدد اور نصرت کے ساتھ حجّتِ اسلام ساری دُنیا پر پوری کرنے والے ہوں۔ اور اسلام کا حسین چہرہ ہمارے وجُودوں، ہمارے افعال و اقوال سے نظر آجائے۔ وہ حقیقی توحید کی معرفت حاصِل کریں اور سچا عشق اور محبّت تیرے ساتھ پیدا ہوجائے اور نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو، آپؐ کے جلال کو اور آپؐ کی صداقت کو اور آپؐ کے حُسن و احسان کو پہچاننے لگیں۔ اور اس پہچان اور معرفت کے نتیجہ میں ان کے دِل محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے معمُور ہوجائیں۔

دُعا ہماری زندگی کا، ہماری جدّوجہد کا اور ہماری کوشش کو سہارا ہے۔

دُعا کو اپنے کمال تک پہنچاؤ

اپنے ربّ پر پُورا بھروسہ رکھو۔ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں ہے۔ اگر اس کی رضا کو پالوگے، اگر اس کی خوشنودی اور محبّت کو حاصِل کرلوگے۔ تو دُنیا جو چاہے کرلے دُنیا کی آج کی طاقت اور کل کی طاقت مل کر بھی تمہیں غلبۂ اسلام سے روک نہیں سکتی۔ اور تمہیں ناکام نہیں رکھ سکتی۔ اپنی انتہائی قُربانیاں، اپنی انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے ربّ کریم کے حضور پیش کرو۔ اور دُعائیں کرو کہ وہ اُنہیں قبول کرے اور اپنی مدد و نصرت کا وارث بنائے تا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کی غرض پُوری ہو۔ (اللّٰھُمَّ اٰمِین)

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۷۵ء)

اخبارِ احمدیّہ

قادیان ۱۵ ر فتح (دسمبر)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدللہ۔ احبابِ کرام اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام کے ساتھ دُعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۵ ر فتح (دسمبر)۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

قادیان ۱۵ ر فتح (دسمبر)۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

★ — چونکہ بدر کا یہ جلسہ سالانہ نمبر جلسہ سے قبل شائع ہو رہا ہے اس لئے جلسہ سالانہ کی روئداد ان شاء اللہ اگلی اشاعت مورخہ یکم جنوری ۱۹۷۶ء میں احباب ملاحظہ فرمائیں گے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے

انسانی فطرت کو چونکا دینے والے بعض انعامات!

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعوتِ مقابلہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو دی تھی اُس کا ذکر فرماتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ۶۶ء کے جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ دعوتیں جنہیں دیگر مذاہب کے سرکردہ لوگوں نے اُس وقت قبول نہ کرکے اسلام کی برتری اور غلبہ پر مُہر ثبت کی تھی آج بھی قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گی چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں ان میں سے باری باری بعض دعوتوں کو دوہرایا بلکہ انعام کی رقم کو بھی بڑھا دیا۔ فعل بہت مبارک ہے۔ ایڈیٹر

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار زار
(مسیح موعودؑ)

قرآن کریم کی آیت
"ولما ضرب ابن مریم مثلاً"
میں مثیلِ ابن مریم کے آنے کی خبر دی گئی ہے لہٰذا حدیث نبوی میں بھی جس "ابن مریم" کو امت محمدیہ کا موعود بتایا گیا ہے اس سے مراد بھی "مثیل" ہی ہے کیونکہ کسی حدیث کے معنے قرآن کریم کے منافی نہیں کئے جا سکتے۔ جیسے کسی مخیر اور سخاوت کرنے والے آدمی کو حاتم کہہ دیں تو مراد اس کا مثیل ہوتا ہے۔ خود احادیث نبوی بھی اس حقیقت کو بڑی وضاحت کے ساتھ "الم نشرح" کر رہی ہیں۔ قرآن کریم کے بعد بخاری شریف اور مسلم شریف کو بڑی عظمت حاصل ہے ان دونوں میں "ابن مریم" کے آنے کی خبر ہے مہدی کا کچھ تذکرہ ہی نہیں جو اس بات کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں آنے والے ابن مریم اور مہدی کو ایک ہی وجود یقین کرتی تھیں۔ بخاری شریف میں گذر جانے والے مسیح کا اور حلیہ بتایا گیا ہے اور آنے والے مسیح کا اور۔ جبکہ ایک آدمی کے دو حلیئے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آنے والا مسیح ابن مریم پہلے سے جدا ہے۔ خود حدیث کا مضمون بھی برسرِ عام اس موقف کی تائید کرتا ہے۔ کہ

"کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم"

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم نازل ہونگے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہونگے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ میں تو ابن مریم نازل نہیں ہوئے اس کی تاویل کرنا پڑے گی کہ "تم" "تمہارے" سے مراد آخری زمانہ کے مسلمان ہیں۔ اسی طرح "ابن مریم" کی بھی تاویل کرنا پڑے گی کہ مراد مثیل ابن مریم ہے۔

علاوہ ازیں احادیث نبوی میں بڑی وضاحت کے ساتھ مسیح اور مہدی کو ایک وجود قرار دیا گیا ہے۔

"لا المھدی الا عیسی ابن مریم"
(ابن ماجہ)

اور

"عیسی ابن مریم اماماً مھدیاً وحکماً عدلاً" (مسند احمد بن حنبل)

یعنی آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والے امام مہدی ہی عیسیٰ ابن مریم کہلائیں گے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے الہام الٰہی کے مطابق دعویٰ بھی یہی پیش کیا اور اس دعویٰ کی بنیاد اعلام الٰہی کے مطابق "وفات مسیح" پر رکھی کیونکہ فوت ہونے والا اس دنیا میں دوبارہ نہیں آیا کرتا۔ بلکہ اس کا مثیل آیا کرتا ہے فرمایا:-

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولاً۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۲)

یہ الہام الٰہی حضور نے اس وقت دنیا کے سامنے پیش کیا جب مسلمان اور عیسائی سب کے سب حیات مسیح کے قائل اور مسیح کی آسمان سے آمد ثانی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں حضور نے ایک پُر عظمت بلکہ ایک ایسی عبرتناک پیشگوئی بیان فرما دی ہے کہ جس کی صداقت کا ہر مخالفِ احمدیت اپنی موت کے وقت زبانِ حال سے اقرار کر رہا ہوتا ہے نعوذ باللہ۔

"ہر ایک مخالف یہ یقین رکھے کہ اپنے وقت پر وہ جان کندنی کی حالت تک پہنچیگا اور مرے گا مگر حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ یہ میری ایک پیشگوئی ہے جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور ملاں ہیں۔ اور ہر ایک اہل عناد جو میرے خلاف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس اُمید سے وہ نامراد مریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اترتے دیکھ لیں وہ ہرگز ان کو اترتا نہیں دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ بیمار ہو کر غرغرہ کی حالت تک پہنچ جائیں گے۔ اور نہایت تلخی سے اس دنیا کو چھوڑیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں؟ کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ پوری نہیں ہوگی؟ ضرور پوری ہوگی! پھر اگر ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مریں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی۔ تو وہ بھی اس نامرادی سے حصہ لیں گے۔ اور کوئی ان میں سے حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔"
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۳۳)

اسّی سال سے یہ پیشگوئی پوری ہوتی چلی آ رہی ہے اور ہر مخالف احمدیت اپنی موت کے وقت زبانِ حال سے اس پیشگوئی کی سچائی کا اقرار کر رہا ہوتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ مودودی دیوبندی اور ندوی علماء جو اس وقت زندہ موجود ہیں۔ اپنی موت سے قبل اپنے پیشرو علماء کی طرح یہ گواہی دیں گے۔ اظہر من الشمس حقائق کے باوجود یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسم خاکی آسمان پر یقین کرکے آنے والے مہدی اور مسیح کو دو وجود یقین کرتے ہیں ؎

اے فقیہو عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پاکر پھر یہ کیں اور یہ نقار
(مسیح موعودؑ)

تقسیم مال

حدیث نبوی میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مہدی مال تقسیم کرے گا۔ اور کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ وہاں مسیح موعود کی بھی یہی صفت بتائی گئی ہے۔ جو مزید ثبوت ہے اس بات کا کہ مہدی اور "مسیح موعود" ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں مسیح موعود کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے اس کا ایک کام یہ بتایا گیا ہے کہ

"یفیض المال حتی لا یقبلہ احد"
(بخاری باب یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر)

کہ مسیح موعود اس قدر مال تقسیم کرے گا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اسی طرح ابو داؤد میں مہدی کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ وہ مال تقسیم کرے گا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو طرح سے مال تقسیم فرمایا ہے۔ اول اس طرح کہ حضور نے قرآن کریم کے حقائق و معارف کے خزانے اس انداز سے انڈیل دئے ہیں کہ اس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی افسوس ہے کہ ہنوز ان روحانی اور بے نظیر خزائن پر بہت کم لوگوں نے اطلاع پاکر فائدہ اُٹھایا ہے۔ دوسرے حضور نے اپنے دعاوی کی صداقت پر اکتالیس کے قریب انعامی تحدیاں اور چیلنج بھی دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ جنہیں آج تک قبول کرنے والا کوئی بھی پیدا نہیں ہوا نہ ہوگا۔ اس وقت صرف ذیلی انعامی چیلنج بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

پہلا انعام دس ہزار روپے کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے حقائق و معارف کا ایک سمندر بہا دیا۔ آپ نے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو دعوتِ مقابلہ دی کہ جو حقائق و معارف قرآن مجید سے ہم نے بیان کئے ہیں اپنی تمام کتب مقدسہ مسلمہ سے اس قدر یا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کریں یا صرف اُن دلائل کی تردید ہی کر دیں تو دس ہزار روپے انعام دیا جائیگا آپ نے فرمایا:-

"مَیں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کرکے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارۂ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کرکے تحریر کی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کرکے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث اُن سے یا ربع اُن سے یا خمس

ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا ہے میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دیدوں گا۔ مگر واضح رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہیں یا برطبق شرط اشتہار کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو اس حالت میں بصراحت تمام تحریر کرنا ہوگا جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور ہے ....۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵-۱۳۱)

دوسرا انعام

قرآن کریم میں دو مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لفظ توفی باب تفعل کے مشتقات سے استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی صرف اور صرف وفات و قبض روح کے ہو سکتے ہیں۔

اور اس علمی نکتہ سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو جاتی ہے۔ یہی معاملہ لفظ الدجال کا بھی ہے اس پر دو ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنے پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپے نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا ان کا کوئی ہم خیال یہ ثابت کر دے کہ الدجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرا لیں یا تمسک لکھوا لیں۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۳) ؎

ہر قدم پر میرے مولیٰ نے دیئے مجھ کو نشاں
ہر عدو پر حجت حق کی پڑی ہے ذوالفقار

تیسرا انعام تئیس ہزار روپے کا

مسئلہ وفات و حیات مسیح بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر مسیح کا جسم خاکی آسمان پر زندہ ہونا ثابت ہو جائے تو احمدیت کے باطل ہونے میں کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا ثابت ہو جائے تو عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مسیح موعودؑ کی صداقت میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسئلہ وفات مسیح کو اس انداز سے واضح، مبرہن اور بے نقاب فرمایا ہے کہ اس کے سامنے مسلمانوں کے تمام فرقوں کے غیر احمدی علماء اور پادری ساکت و جامد اور بے بس دکھائی دیتے ہیں۔ حضورؑ قرآن کریم کے علاوہ حدیث نبوی کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔"

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) ؎

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روح انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

چوتھا انعام چار ہزار روپے کا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں عیسائیت کے ساتھ ایک مقابلہ ہوگا جس کے نتیجہ میں لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے بعض کہیں گے کہ حق آل محمدؐ کے ساتھ ہے اور بعض کہیں گے کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پندرہ روز تک عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں مناظرہ کیا جو "جنگ مقدس" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں مد مقابل پادری عبد اللہ آتھم تھا جو اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ حضور نے آخری پرچہ میں اس کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ اگر پادری عبد اللہ آتھم نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ چنانچہ پادری آتھم نے اسی دن سے اسلام کے مخالف کچھ لکھنے اور بولنے سے خود کو روک لیا اور اپنی حالت سے بتا دیا کہ اس نے حق کی طرف رجوع کیا ہے مگر پندرہ ماہ گذرنے کے بعد اس نے انکار کر دیا تب حضور نے چار ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیا کہ اگر پادری عبد اللہ آتھم حلف اٹھائے کہ اس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا تھا مگر پادری عبد اللہ آتھم حلف کے لئے تیار نہ ہوا اور اس کے چند ماہ میں ہی حضور کی زندگی میں فوت ہو کر پیشگوئی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔

پانچواں انعام

(الف) حدیث کے مطابق مہدی کی صداقت کے لئے ۱۸۹۴ء میں رمضان المبارک کی مخصوص اور معینہ تاریخوں میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔ حضورؑ اس پر ایک ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے وقت میں جو مہدی ہونے کا دعوے کرتا ہو۔ چاند اور سورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہو گئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں۔ اور اگر پہلے بھی کسی مہدی کے لوگوں اور نصاریٰ کا کچھ جھگڑا پڑا ہو اور نصاریٰ نے اپنی فتح کے لئے ایسی شیطانی آوازیں نکالی ہوں تو اس کی نظیر بھی بتلا دیں اور ہم ہر چہار نظیروں کے پیش کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کرتے ہیں ہم اس روپیہ کے دینے میں کوئی شرط مقرر نہیں کرتے۔ صرف اس قدر ہوگا کہ بعد درخواست روپیہ مولوی محمد حسن لدھیانوی کے پاس تین ہفتہ کے اندر جمع کرا دیا جائیگا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۴۹) ؎

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دیں
مہدی موعود حق اب جلد ہوگا آشکار

(مسیح موعودؑ)

(ب) حدیث نبوی کی بتائی ہوئی تاریخوں کے مطابق جب رمضان المبارک میں سورج اور چاند کو گرہن ہو گیا جو مہدی مسعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک چمکتا ہوا اور بے نظیر نشان تھا تو غیر احمدی علماء نے یہ کہہ دیا کہ یہ حدیث ہی موضوع ہے۔ حالانکہ اگر یہ حدیث موضوع تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مدعی مہدویت کی تائید میں بطور پیشگوئی اسے پورا کر دیا بلکہ محدثین کے نزدیک جو حدیث بطور پیشگوئی پوری ہو جائے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی محدث نے کبھی اسے موضوع قرار ہی نہیں دیا تھا۔ چنانچہ اس پر بھی انعامی چیلنج دیتے ہوئے حضور نے فرمایا:-

"اگر کسی نے کل محدثین میں سے اس حدیث کو (انّ لمھدینا آیتین یعنی حدیث کسوف و خسوف منصرجہ دارقطنی ناقل) موضوع ٹھہرایا ہے۔ تو ان سب میں سے کسی محدث کا قول تو پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اگر کسی جلیل القدر محدث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر سکو تو ہم فی الفور ایک سو روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کریں گے۔ جس طرح چاہو امانتاً جمع کرا لو۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۱) ؎

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

(مسیح موعودؑ)

چھٹا انعام

قرآن کریم کی آیت لو تقوّل علینا بعض الاقاویل۔ الآیۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹا مدعی وحی و الہام تیئیس ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ اسے جلد پکڑتا، ہلاک کرتا اور اس کی ترقی کو روک لیتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کو اسی اصول سے ثابت کرتے ہوئے ایک انعامی چیلنج بھی دیا اور فرمایا کہ:-

"کوئی شخص نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعوے کر کے اور کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس ۲۳ برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہو تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے پانچ سو روپیہ نقد دوں گا۔"

(اربعین صفحہ ۱۵) ؎

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائید یں ہوئی ہوں بار بار

(مسیح موعودؑ)

(باقی ملاحظہ کیجئے صفحہ ۲۶ پر)

احمدیت کا مستقبل ــ اور ــ مخالفین کا انجام

(از مکرم شاہد احمد صاحب سونگھڑوی حال مقیم لکھنؤ یونیورسٹی)

حضرت مخبر صادق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی ہے اور قیامت سے قبل اس کا ظہور یقینی ہے۔ جہاں تک وقت کے تعین کا تعلق ہے آپ نے فرمایا کہ الآیات بعد المائتین (مشکوٰۃ مجتبائی ص۴۷۱) کہ مسیح و مہدی کے ظہور کی نشانیاں بارہویں صدی کے بعد ظاہر ہونگی۔ مختلف مذاہب میں اور ضرورت زمانہ کے تقاضہ کے مطابق ایک عظیم شخصیت کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کا "مرد کامل" "عمیق فکر رہنما" اور "مسیحائے وقت" اور مہدی کے نام سے انتظار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں بطور مثال چند مشائخ ادیان کے آراء پیش خدمت ہیں۔

بیان خواجہ حسن نظامی

"ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی میں نے انکو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔" (اہل حدیث ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء)

مفکر یورپ مارس اینڈس کی روایت

"دمشق بیروت بغداد مکہ طہران قاہرہ اور ان کے ساتھ لندن اور واشنگٹن بھی ایک پیغمبر کے انتظار میں ہیں جو سماجی مقصد و اصلاح کا جھنڈا لیکر کھڑا ہو۔" (رسالہ نگار جنوری و فروری ۱۹۵۱ء)

پروفیسر میکنزی

"ہمیں بھی ترقی کے لئے ایک مسیح کی ضرورت ہے۔" (مکاتیب اقبال ص۶۲)

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی

"مجدد کامل کا مقام ابھی خالی ہے۔ مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا لیڈر پیدا ہو۔ خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانے کی ہزار گردشوں کے بعد پیدا ہو اسی کا نام الامام المہدی ہے جس کے بارہ میں صاف پیشگوئیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں موجود ہیں۔" (تجدید و احیاء دین ص۳۰)

مولوی ابوالحسن علی ندوی

"یہ بات لازمی ہے کہ ہم اس بات کا اعتراف و اقرار کریں کہ عالم اسلام جس کے ایک زمانے سے ہم گیت گاتے چلے آئے ہیں اور وہ مضبوط جماعت جو خاص اوصاف کی حامل تھی اب وہ جدید اسلامی دعوت کی شدید ترین محتاج ہے اب صرف دعوۃ و مبلغین کی آوازیں ناکافی ہیں اس کے لئے عملی دعوۃ درکار ہے اور لازمی طور پر ایک عمیق فکر رہنما کی ضرورت ہے۔" (البعث الاسلامی عربی ماہنامہ لکھنؤ مجریہ اپریل۔ مئی ۱۹۵۹ء)

الغرض عوام کی بھی فطرت صحیحہ موجودہ زمانہ میں یہی مطالبہ کرتی ہے کہ بنی نوع کی حقیقی خبر گیری کے لئے ایک کامل شخص ظاہر ہو۔ اور مختلف مکاتیب فکر اور علماء ادیان کے مطالبہ پر غور کرنے کے بعد یقیناً ایک عقلمند شخص اس نتیجہ پر پہنچیگا جو مودودی صاحب کی درج ذیل تحریر سے عیاں ہے کہ

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کرنے کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں کوئی پہلو کمزور نہ ہو دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں (افسوس کہ خود مودودی صاحب بھی ان میں شامل ہیں ناقل) مگر اندر سے ان کے لئے ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں۔" (ترجمان القرآن دسمبر جنوری ۱۹۴۲ء ص۶۷)

چنانچہ عین ضرورت کے وقت "مرد کامل" "الامام المہدی" "عمیق فکر رہنما" اور مسیح وقت کا ظہور حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کے شکل میں ہوا۔ اور اس نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ

"مجھے خدا کی پاک و مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔"

(اربعین ۲ ص۳۰)

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مخالفت: ــ مرد کامل نے جب یہ دعویٰ کیا تو منتظرین کی اکثریت آپ کی منکر ہو گئی نہ صرف منکر ہو گئی بلکہ اپنے سابق منکرین انبیاء و اولیاء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کی سخت مخالفت شروع کر دی حتیٰ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تو مخالفت کے لئے اپنے رسالے کو ہی وقف کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ

"ہمارے رسالے نے جیسا کہ اس کو علوم ہی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو تب تک بلا ضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص۴ ۱۸۹۰ء)

جوں جوں وقت آگے بڑھتا گیا ایک کے بعد دوسرا مخالف اٹھا اور امام مہدی کی جماعت کو نیست و نابود کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر منصوبے بنائے دعوے کئے چنانچہ منجملہ دیگر مخالفین کے مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۹۳۴ء میں احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ

"مسیح کے بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا جس سے اب سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔"

پھر ۱۹ مئی ۱۹۳۵ء کو انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ

"مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو۔" (سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص۱۰۱)

نیز ۱۹۳۶ء میں اس مجلس احرار نے بڑے فخریہ انداز میں پیشگوئی بھی کر دی کہ

"ہمیں خدا کی مہربانی پر بھروسہ ہے کہ احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے دس برس کے اندر اندر اس فتنہ (یعنی تحریک احمدیت ناقل) کو ختم کر کے چھوڑیگا۔" (خطبات احرار ص۳)

اس کے برعکس اس زمانہ کے "مرد کامل" حضرت احمد القادیانی علیہ السلام نے بھی اپنے مخالفین کی نسبت فرمایا تھا کہ

"خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتا ہے اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں نہ بے موسم جاؤنگا خدا سے مت لڑو تمہارا یہ کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔" (اربعین)

نیز خدائے تعالیٰ کا آپ سے وعدہ تھا کہ

"وہ سب لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے ہیں اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔" (تبلیغ رسالت جلد اول)

انجام: ــ اب مندرجہ بالا کشمکش کا نتیجہ کیا ہوا اس بارہ میں بھی مخالفین ہی کی زبان سے سن لیجئے جن کی شہادت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ احمدیت کے مقابلہ میں اپنی شکست کا صاف صاف اعتراف کر چکے ہیں۔

احراری آرگن "آزاد"

وہ لکھتا ہے کہ

"حجۃ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہم رحمہم اللہ کے علمی اسلحہ فرنگی کی اس کاشتہ داشتہ نبوت کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے۔" (آزاد ۳۰ اپریل ۱۹۵۱ء ص۱)

جناب غلام احمد صاحب پرویز

"ساٹھ ستر برس سے مرزائیوں کے ساتھ مناظرے اور مباحثے ہو رہے ہیں لیکن یہ مسئلہ گرداب میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح اپنے مقام سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا۔ اگر اس مسئلہ پر خالص قرآن کی روشنی میں بحث کی جاتی تو سارا قصہ چند منٹ میں طے ہو جاتا۔" (مزاج شناس رسول ص۱۹۹)

اخبار الجمعیۃ دہلی

پروفیسر الیاس برنی کا رسالہ "قادیانی غلط بیانی" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"الیاس برنی صاحب رد قادیانیت میں ایک خاصی شہرت حاصل کر چکے ہیں اور ان کی کتاب "قادیانی مذہب" بہت مقبول ہو چکی ہے۔ قادیانیوں نے بھی اس کے جواب میں قلم اٹھایا تھا۔ اس کتاب میں انہی جوابات کا تجزیہ کیا گیا ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ قادیانیت کی رفتار دلائل اور مناظرہ بازیوں سے کبھی نہیں رک سکتی۔ ان کا تو حربہ یہ ہے کہ ساری دنیا میں ہمارے

تبلیغی مشن پہنچیں اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہو اور مسلمان منظم ہو کر اسلام کو دنیا کے سامنے صحیح طریقے پر پیش کریں ہم دلائل پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور حریف نے دوسری راہوں سے کام کر کے اپنا ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ ضرورت ہے کہ قادیانیت کو ختم کرنے کے لئے ہم بھی باہر کی دنیا میں کچھ کام کر کے دکھائیں" (الجمعیۃ ۔ جنوری ۱۹۷۱ء)

شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان لاہور

مجلس تحفظ ختم نبوت کے سکریٹری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"مجلس ختم نبوت کے نام سے انہوں نے جو ادارہ بنا رکھا ہے۔ اس کا کیا کام ہے؟ معاف کیجئے مرزائیوں کے خلاف دیہاتوں میں زخمی مسافتوں کے بعد ایک آدھا جلسہ کر لیا۔ مرزائیوں کی تبلیغ و تنظیم اور اثر و طاقت کے مقابلہ میں یہ چیز قطعاً کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اور نہ ختم نبوت کے فنڈ سے زمین خرید کر کوئی ایسی فصل کاشت کی جا سکتی ہے جس سے ختم المرسلین کی شاخ ثمر آور و بروان چڑھ سکتی ہے یہ فنڈ آپ کن مبلغوں کے لئے جمع کرتے ہیں؟ آپ کا کوئی لٹریچر ہے؟"

(چٹان ۱۳ اگست ۱۹۷۲ء صفحہ ۸)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی

علاوہ ازیں علاقہ سونگھڑہ (اڑیسہ) کے ایک شخص بنام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بھی اس طرف کرنے لگے کہ احمدیت کی مخالفت کارگر ہوئی چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب صدر مدرس مدرسہ احمدیہ نظامیہ حیدرآباد جو صوبہ اڑیسہ کے پہلے احمدی تھے اُن کا قبول احمدیت اور اُن کی تبلیغ احمدیت میں کامیابی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

"اِن کی وجہ سے پورے صوبے میں فتنۂ قادیانیت بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ ہاں ایک دو عالم ایسے ضرور تھے جنہوں نے اس کی مخالفت میں اقدام کیا مگر حقیقت میں قادیانیت کی ناواقفیت وسائل کی کمی اور اکثریت کی عدم حمایت کی بنا پر انہیں سخت ناکامیوں کا شکار ہونا پڑا۔"

(شبستان اردو ڈائجسٹ دہلی اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۳۳)

یہاں تک آپ مخالفین احمدیت کی اپنی ناکامی کا اعتراف سُن چکے اب اُن ہی کی زبانی یہ بھی سُن لیجئے کہ جس کی وہ مخالفت کرتے تھے وہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی راہ پر گامزن ہے چنانچہ ملاحظہ ہو مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار "جماعت احمدیہ" کی نسبت لکھتے ہیں کہ۔

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں اور آج میری حیرت زدہ نگاہیں حسرت سے بڑے بڑے گریجویٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے غلام احمد قادیانی کی خرافات واہیہ (نعوذ باللہ ۔ ناقل) پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں۔"

(اخبار زمیندار ۲؍ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

احمدیت اور مخالفین احمدیت کی کشمکش کا جو انجام ہوا اور فریقین کے متضاد مقاصد کا حال وہ مخالفین کے اندازے کے مطابق یہ ہے کہ (مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف کا بیان)

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ ۔ تعلق باللہ دیانت خلوص علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے ۔ سید نذیر حسین دہلوی مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری مولانا محمد حسین بٹالوی مولانا عبدالجبار غزنوی مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ و غفر لہم کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور ان کا اثر و رسوخ اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو انکے ہم پایہ ہوں اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے ... لیکن اس کے باوجود ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان تمام اکابر کی تمام تر کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ اُن کی تعداد میں اضافہ ہوا۔"

(اخبار المنبر لائلپور ۲۳ مارچ ۱۹۵٦ء)

مرد کامل اور مخالفین مرد کامل کی کشمکش کے نتیجہ میں جو صورت حال پیدا ہوئی وہ احمدیت کے لئے خوشکن اور مخالفین کے لئے بقول ایڈیٹر المنبر لائلپور "قادیانیت ہمارے ہاں کا ہی نہیں اب تو دنیا کی بیشتر ممالک کا ایک قابل توجہ مسئلہ ہے۔" (المنبر ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۳) صحیح بات ہے ورنہ اگر یہ عالمی مسئلہ نہ ہوتی تو عالمی سطح پر اس کی مخالفت بھی نہ ہوتی لیکن یہ صورت حال یعنی نہیں جو مخالفین کو بالکل نہ کر دیتی ہو اور یہ وجہ ہے کہ گذشتہ اپریل ۱۹۷۳ء میں انتہائی جنونی کی حالت میں ڈھونگ رچانے والی انڈونیشی دھوکہ باز عورت کو امام مہدی آخر زماں کی والدہ تصور کر کے عقیدت مندی کے ساتھ لاکھوں روپے اُسکے قدموں پر نذرانے کے طور پر نچھاور کئے گئے۔ سچے امام مہدی کی محض مخالفت میں ہی نامعقول طور پر اُسکے حمل کو قانون قدرت کے خلاف ۱۳ ماہی تسلیم کیا۔

(ملاحظہ ہو ہفت روزہ اُجالا ۲۱ اپریل ۱۹۷۰ء)

اور امام مہدی کا جس شدت سے اب تک انتظار کیا جا رہا ہے وہ ذیل کے ان حوالوں سے ظاہر ہے۔

(الف) خدا تعالیٰ حضور چوہدری محمد حسین صاحب کی دُعا:۔

"یا رب ہمیں اتنی لمبی عمر دے کہ ہم اس رحمۃ للعالمین کے نائب کا زمانہ دیکھیں۔ یا رب ہم پر یہ رحم فرما اور جلد بھیج اگر یہ وقت اس کا ظہور کا نہیں تو اور کونسا ہوگا۔"

(کاشف مغالطہ قادیانی صفحہ ۳)

(ب) "خدا را ایسی بے بسی اور نازک حالت میں اپنے نام لیواؤں پر رحم کرتے ہوئے امام آخر زماں کو جلد بھیجئے تاکہ ضعیف الایمان امت کے ایمان اور ایقان میں پھر بالیدگی کی روح پیدا ہو اور ضلالت کا فقدان ہو۔ یا رسول اللہ! اب عقل اور اسباب ظاہری کا سہارا جاتا رہا قوی بیکار ہو گئے ہمتیں پست ہو گئیں۔ خون خواران تثلیث نے ان کو قعر مذلت میں اس طرح دھکیل دیا کہ اب پھر اُبھرنے کی صورت نظر نہیں آتی۔ اے نبی اللہ! بتائیے کہ شکستہ دل اور زخموں سے چور امت اپنے درد کی دوا کہاں پائیگی اور کیونکر امام موعود علیہ السلام کے حضور اپنی فریاد پہنچائیگی۔ اب دل کے زخم کے ٹیک اور سوزش ناقابل اظہار ہے۔" (خون حرمین)

مصنفین "کاشف مغالطہ قادیانی" و "خون حرمین" تو بہر حال نرمی سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے حال میں رحم کرتے ہوئے امام آخر زماں کو بھیجا جاوے لیکن مولوی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب زبردستی اپنا حق جتاتے ہوئے اپنی قوی اُمید کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ

"بالفرض وہ (یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ) وفات پا چکے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قانون قدرت کے خلاف (ناقل) زندہ کر کے اُٹھا لانے پر قادر ہے" (رسالہ ختم نبوت صفحہ ۵۹)

مندرجہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے کہ اب بھی مخالفین کا یقین ہے کہ آنیوالے امام الزمان حضرت مسیح موعود [illegible] قادیانی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہے [illegible]

گذشتہ پچاسی چھیاسی سالہ "تلخ نوائی" سے باوجود اچھی طرح سبق حاصل نہ کیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئیگا ... اور نہ کوئی ایسا مسیح آئیگا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا ان دونوں سے ہاتھ دھو لو۔ یہ سب حسرتیں ہیں جو اس زمانے کے تمام لوگ قبر میں لے جائیں گے نہ کوئی مسیح اترے گا اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا۔ جو شخص آنا تھا وہ آچکا وہ میں ہی ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے۔" ......

آخر میں احمدیت کے روشن مستقبل سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

"خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا ... اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے سو اے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۷)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

طُلوعِ فجر — کا — خیر مقدم

از مکرم مولوی حکیم محمد دین صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے الہاماً اطلاع دی تھی

"یَاْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ مُّخْتَلِفٌ بِاَزْوَاجٍ مُّخْتَلِفَۃٍ"

یعنی تجھ پر مختلف ازواج (رفقاء) کے ساتھ مختلف زمانے آئیں گے۔ اور جماعت احمدیہ کے کامل غلبہ کے لئے حضور نے تین سو سال کی مدت بیان فرمائی ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے ان تین صدیوں کو تین دنوں کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ گویا ہر رات کے ختم ہونے پر ایک فجر کا طلوع ہُوا کرے گا۔ چونکہ مومنوں کی زندگی کے دو دن برابر نہیں ہوتے، ان کا قدم اپنے ایمان، اعمال اور قربانیوں کے لحاظ سے ہر دن آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ نبی کی زندگی کا زمانہ تو لیلۃ القدر سے مشابہت رکھتا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ تخم ریزی کے کام کی تکمیل کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے جماعت کو اپنے لطف و کرم سے اس دَور کی اخص برکات سے نوازا۔ جیساکہ حضور فرماتے ہیں ؎

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے مِلا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

پھر ان صحابہؓ میں بعض وجود ایسے بھی پیدا کئے جن کے بارہ میں پہلے سے آپؑ کو بشارت دی تھی کہ "شاتان تذبحان" یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ پیشگوئی حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے شاگرد رشید حضرت عبدالرحمٰن صاحب صاحبؓ کے وجودوں میں پوری ہوئی۔ ان وجودوں نے جانی قربانی کے میدان میں اوّلیت کا شرف حاصل کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف "تذکرۃ الشہادتین" میں ان کے بارہ میں فرمایا :—

"سرزمین کابل ان کو کبھی فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا"

نیز فرمایا :—

"یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انہوں نے میری تصدیق کی راہ میں مرنا قبول کیا اس قسم کی موت اسلام کے تیرہ سو برس کے سلسلہ میں بجز صحابہ رضی اللہ عنہم اَور کسی جگہ نہیں پاؤ گے۔"

(موصوف - ناقل) "ہماری جماعت کیلئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا۔ جسکی پابندی اصل منشاء خدا کا ہے"

اور پھر حضورؑ اپنی جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ :—

"اس قسم کا ایمان حاصل کرنے کیلئے دُعا کرتے رہیں۔ کیونکہ جب تک انسان کچھ خدا اور کچھ دُنیا کا ہے۔ تب تک آسمان پر اس کا نام مومن نہیں۔"

پھر حضورؑ دُعا فرماتے ہیں کہ :—

"خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے" (اللّٰھم آمین)

غرض کہ یہ ایک دَور تھا جس میں خدا تعالیٰ نے چند واقعات صرف نمونہ کے طور پر ظاہر فرمائے اور بقیہ جماعت کے تعلق سے خود حضورؑ فرماتے ہیں :—

"لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا۔ اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔"

یعنی ابھی ان کے اظہار کا وقت نہیں آیا۔ جیساکہ محولہ بالا الہام میں وضاحت ہے کہ جماعت پر مختلف ادوار آئیں گے اور ہر دَور اپنے ساتھ جو برکات رکھتا ہے اس کے ساتھ قربانیوں کا تقاضہ بھی حالات کی مناسبت سے لازم و ملزوم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو ان حالات کے لئے تیار رہنے اور اپنے وقت پر ہر تقاضے کو پورا کرنے کیلئے جو نصائح فرمائی ہیں ان میں سے بطور نمونہ مشتے از خروارے، ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں :—

"سچائی کی فتح ہوگی۔ اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا۔ جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا۔ جیساکہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہمارے سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جسکا نام دوسرے لفظوں میں اسلام ہے۔"

فتح اسلام صفحہ ۱۰

اور پھر اپنی جماعت کو رسالہ الوصیت میں تلقین فرماتے ہیں :—

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دُنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو۔ اس کی طرف دُنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا تعالیٰ سے خاص انعام پاویں۔"

(الوصیت صفحہ ۱۱)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سورۃ الفجر کی تفسیر فرماتے ہوئے واللیل اذا یسر کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں :—

"اس حصّہ آیت میں پھر ایک اَور صدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو دس تاریک راتوں کے بعد کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کے معاً بعد اسلام کی ترقی نہ ہوگی۔ وہ فجر تو ان کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔ شعاع نور نظر آجائے گی اور لوگوں کی امیدیں بندھ جائیں گی۔ مگر ابھی رات نہ جائیگی بلکہ ایک صدی کا ابھی وقفہ ہوگا۔ اب اگر ۱۸۹۰ء کو فجر لے لو تو یہ صدی ۱۹۹۰ء تک چلتی ہے۔ آجکل ۱۹۴۵ء ہے۔ اس لحاظ سے ۴۶ سال ابھی اس لیل میں باقی رہتے ہیں۔ اور اگر ہجری سال لے لو اور ۱۲۷۱ھ کو دس تاریک راتوں کا آخری سال قرار دیدو تو یہ صدی ۱۳۷۱ھ میں ختم ہو جاتی ہے۔ گویا اس لحاظ سے لیل کے ختم ہونے میں صرف آٹھ سال باقی رہتے ہیں۔ اور اگر صدی کا سر مراد لو اور ۱۴۰۰ھ میں اس لیل کا اختتام سمجھو تو اس میں ۲۷ سال باقی رہتے ہیں۔ یہ تین مدتیں ہیں جو تین مختلف جہتوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کونسی جہت حقیقی ہے اور کونسی غیر حقیقی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تینوں جہتیں ہی حقیقی ہوں۔ جیسے دس راتوں کی پیشگوئی کے بارہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ آپؑ کے دعویٰ کے لحاظ سے ایک رنگ میں پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لحاظ سے دوسرے رنگ میں اور براہین احمدیہ کی اشاعت کے لحاظ سے تیسرے رنگ میں۔ اس طرح ممکن ہے کہ جانے والی ایک رات کا ایک ظہور آٹھ سال بعد ہو یعنی ۱۹۵۲ء میں۔ ایک ظہور ۳۷ سال بعد ہو یعنی ۱۹۸۱ء میں۔ ایک ظہور ۴۶ سال بعد ہو یعنی ۱۹۹۰ء میں۔ قمری لحاظ سے چونکہ ایک صدی میں تین سال کی کمی آجاتی ہے۔ اس لئے ۳۷ سالہ میعاد میں سے اگر تین سال نکال دیئے جائیں تو ۳۴ سال رہ جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ لیل ۱۳۹۷ھ میں ختم ہوگی۔ گویا تین کی بجائے چار جہتیں ہوگئیں۔ چونکہ ابھی یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اس لئے جتنے نقطہ ہائے نگاہ سے بھی تعیین کی جا سکے۔ ہمیں اُن سب کو مدِّنظر رکھنا چاہیئے۔ ایک نقطۂ نگاہ سے اس لیل کے جانے میں صرف آٹھ سال باقی رہتے ہیں۔ ایک نقطۂ نگاہ سے ۳۴ سال باقی رہتے ہیں۔ ایک نقطۂ نگاہ سے ۳۷ سال باقی رہتے ہیں اور ایک نقطۂ نگاہ سے ۴۶ سال باقی رہتے ہیں۔ اس عرصہ میں یقیناً دوبارہ اللہ تعالیٰ کے کسی خاص جلوہ کے ساتھ "یوم الفرقان" ظاہر ہوگا۔ اور کسی خاص نشان کے ذریعہ احمدیت کو تقویت حاصل ہوگی گو جیساکہ بدر کی جنگ آخری جنگ نہیں تھی۔ اس کے بعد بھی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس طرح اس کے بعد بھی مخالفین سے ہماری لڑائیاں جاری رہیں گی۔ مگر بہرحال احمدیت کو اس وقت تک ایسے رنگ میں غلبہ میسّر آجائے گا۔ کہ دشمن اس کو محسوس کرنے لگ جائے گا۔ اسلام اور احمدیت کی کامل فتح تو جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے۔ تقریباً تین سو سال کے عرصہ میں ہوگی۔

اس کے بعد جو قومیں احمدیت میں شامل نہیں ہوں گی۔ اُن کی حیثیت بالکل ایسی ہی رہ جائے گی جیسے آجکل یہود کی ہے۔ بہرحال وہ آخری ترقی خواہ کچھ لمبے عرصہ کے بعد ہو۔ احمدیت کی ایک فتح یا آج سے آٹھ سال بعد ہوگی یا آج سے ۴۲ سال بعد ہوگی یا آج سے ۷۲ سال بعد ہوگی۔ یا آج سے ۸۴ سال بعد ہوگی۔ یا ان سالوں کے لگ بھگ وہ فتح ظاہر ہو جائے گی کیونکہ پیشگوئیوں میں دن نہیں گنے جاتے۔ بلکہ ایک موٹا اندازہ بتایا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان چاروں اوقات میں چار مختلف قسم کی فتوحات ظاہر ہوں پس ان سب سالوں میں یا ان سالوں کے لگ بھگ ضرور کسی نہ کسی رنگ میں احمدیت کو فتح حاصل ہو جائے گی۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم نصف اوّل صفحہ ۵۲۹ – صفحہ ۵۳۰)

اب جن ادوار کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر خبر دی اُس کے بعض ادوار کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آسمانی علوم کی مدد سے تعیین فرمائی۔ اور جب اس کا وقت قریب آپہنچا تو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعتی زندگی کے ہر موڑ پر جماعت کو قربانیوں کی تلقین فرمائی ہے۔ مثلاً آپ کا مالی قربانی اور علم قرآن سیکھنے کے تعلق سے ایک وقت معین فرمانا اور اس دور میں جوان ہونے والی نسل پر جو ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں اُن کے لئے انہیں تیار رہنے کا حکم صادر فرمانا اور جب حضور نے دیکھا کہ یہ پود بفضلہ تعالیٰ آپ کے ارشادات پر عمل پیرا ہو رہی ہے تو دوسرا مرحلہ اُن کے سامنے مختلف تحریکات میں حصہ لینے کا بیان فرمایا یعنی فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ۔ نصرت جہاں ریزرو فنڈ وغیرہ۔ پھر جماعت ان مراحل کو بھی بفضلہ تعالیٰ طے کرگئی تو طلوع فجر کے استقبال کی تیاری کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے احترام میں جشن صد سالہ احمدیہ جوبلی کا عظیم الشان منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا۔ اس منصوبے کے پیش ہونے کے ساتھ ہی بعض مخفی مقدرات جو انسانی آنکھوں سے اوجھل تھے ظہور میں آنے لگے۔ چنانچہ ایک طرف تو قربانی کا وہ مخفی مادہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں فرمایا ہے کہ "ابھی وہ قوتیں جماعت کی مخفی ہیں" ظاہر ہونے لگا گویا غیبی ہاتھ نے اپنے اظہار سے ان مخفی قربانی کی تاروں کو جو جماعت میں چھپی ہوئی تھیں، چھیڑ دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک طرف جماعت کے سامنے قربانی کے معیار کو بلند کرنے کا منصوبہ رکھوایا۔ دوسری طرف اُسے قبولیت کے انوار سے ممیز فرماکر ایسے حالات ظاہر فرمائے کہ جس سے صاحبِ فراست مومنین سمجھ سکیں کہ یہ وہی وقت جماعت پر آپہنچا ہے جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً بتایا ہوا ہے کہ

" اذا نصر اللّٰہ المومن جعل لہٗ الحاسدین فی الارض ولا رآدّ لفضلہ " (تذکرہ صفحہ ۵۹۷)

یعنی جب خدا تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتا ہے تو زمین پر اُن کے کئی حاسدین مقرر کردیتا ہے اور اس کے فضل کو کوئی رَد نہیں کرسکتا۔"

گویا وہ مقام جو مومن کا مرغوب مقام ہے یعنی زندگی سے زیادہ خدا کی راہ میں موت کا حریص ہونا۔ اب حالات اور زمانہ اس کے مواقع ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اور قرآن مجید کی یہ آیت — من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللّٰہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اُس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا سچا کر دیا پس بعض اُن میں سے ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں — ہمارے سامنے تاریخ کی ورق گردانی کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ ہم سب کو خدا تعالیٰ سے وہ دُعائیں کرنی چاہئیں جن کی ہمارے پیارے امام نے تلقین فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف والہام کا حالاتِ حاضرہ پر انطباق!

حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا کہ ایک درخت سرو کی ایک لمبی شاخ .... جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں لگائی گئی ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے اُس بیری کے پاس لگادو۔ جو اس سے پہلے کاٹی گئی ہے۔ اور پھر دوبارہ اُگے گی۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی الٰہی ہوئی کہ "کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا۔" اسکی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے اور وہ بہت بارآور ہوکر ہماری جماعت بڑھادے گا۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۶۲)

گویا یہ نمونہ جو جماعت میں حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ نے اپنی قربانی سے پیش فرمایا ہے، سب سے کامیاب تبلیغ ہی ہے اور اسلام کو زندگی کے لئے یہی فدیہ جماعت احمدیہ سے طلب کیا گیا ہے اور یہی وہ تبلیغ ہے جس کے ثمرات خداتعالیٰ نے مندرجہ بالا کشف میں ظاہر فرمائے ہیں۔

موجودہ حالات ایسے جانباز فدائیوں کے مردانہ وار میدانِ تبلیغ میں اپنے جوہر دکھانے کے منتظر ہیں۔ نہ معلوم یہ خوش نصیبی کس کس کے نصیب میں مقدر ہے۔ خداتعالیٰ تمام افراد جماعت کو ان حالات سے سبق حاصل کرنے اور اپنے اندر فوق العادت تبدیلی پیدا کرکے مردِ میدان ثابت ہونے کی توفیق و سعادت بخشے۔ اللّٰھم آمین۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے

احبابِ جماعت کے نام عیدِ مبارک کا روحانی تحفہ

قادیان ۱۵ فتح (دسمبر) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احبابِ جماعت کے نام عید مبارک کا تحفہ ارسال کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میری طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو۔
جلسہ سالانہ ربوہ کی کامیابی کے لئے دُعائیں کرتے رہیں۔
اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔" (آمین)

احبابِ جماعت اپنے محبوب امام عالی مقام کے لئے التزام کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ حضورِ انور کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور جلسہ سالانہ ربوہ و قادیان کو بہت کامیاب اور بابرکت فرمائے۔
اللّٰھم آمین۔

اعلاناتِ نکاح

(۱) مورخہ ۹ نومبر ۱۹۷۵ء بروز اتوار بمقام A.D.M.C ہال کلکتہ میں عصر کے وقت محترم منشی شمس الدین صاحب نے عزیزم قیصر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ ابن محترم محمد رفیق صاحب مدراس کے نکاح کا اعلان، عزیزہ نصرت جہاں خیری سلمہا اللہ تعالیٰ بنت محترم منیر احمد صاحب بانی آف کلکتہ کے ساتھ مبلغ پانچ ہزار روپے حق مہر کے عوض کیا۔ اس خوشی کے موقع پر محترم محمد رفیق صاحب نے مبلغ ۱۰۲/- روپے درویش فنڈ اور ۱۵/- روپے اعانت بدر میں ادا کئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرا۔

احبابِ جماعت سے اس رشتہ کے جانبین کے لئے باعث برکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار
مرزا وسیم احمد
(محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان)

---

(۲) میرے برادرِ نسبتی مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ابن مکرم منشی محمد عبداللہ صاحب سنداشی آف بعدرواہ کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ شمیم اختر صاحبہ بنت مکرم عبدالقدیر صاحب گنائی آف بعدرواہ پانچ ہزار روپے حق مہر کے عوض محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۵ء کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں فرمایا۔ مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب نے ۵/- روپے شکرانہ فنڈ اور ۵/- روپے اعانت بدر میں ادا کئے ہیں۔

احبابِ جماعت سے اس رشتہ کے جانبین کے لئے باعث برکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار
جلال الدین نیّر انسپکٹر بیت المال آمد

درخواستِ دُعا

خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے عزیزم میر صلاح الدین کو راجندرا ایگریکلچر کالج حیدرآباد میں B.V.S.C کورس کے لئے داخلہ ملا ہے۔ درویشانِ کرام اور احباب جماعت سے نمایاں کامیابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

اسی طرح خاکسار کے ایک عزیز نے ایک میڈیکل سٹور "الفضل میڈیکل سٹور" کے نام سے کھولا ہے اس کی ترقی اور بابرکت ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار: عبدالحمید ٹاک یاری پورہ (کشمیر)

علمِ کلام ـــ اور ـــ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از مکرم عبدالحمید صاحب انصاری حیدرآباد (دکن)

علمِ کلام وہ علم ہے جس میں عقائدِ اسلامیہ کی صحت کو دلائلِ حقہ عقلیہ کے ساتھ ثابت، اور خلافِ اسلام خیالات یا عقائدِ کفریہ کو دلائلِ عقلیہ کے ساتھ رد کیا جاتا ہے۔ علومِ عقلیہ کے استعمال میں منطق اور فلسفہ معاون علوم کی حیثیت سے کام میں لائے جاتے ہیں۔ دیگر بہت سے علوم کی طرح علمِ کلام بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ عباسیوں کے زمانۂ حکومت میں جب دنیا کی مختلف زبانوں کے علمی شہ پارے عربی میں ترجمہ ہوئے، نیز تمام اقوام و ملل کو مذہبی تعلیمات اور مباحثات و مناظرات کی عام آزادی دی گئی تو علم کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور جگہ جگہ علمی تذکرے اور عقائد میں باریک در باریک مسائل پر مباحثات کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ عیسائیوں، یہودیوں، پارسیوں اور اسی طرح ملاحدہ، فلاسفہ اور زنادقہ وغیرہ کو موقعہ ملا کہ وہ اس شکست کا بدلہ جو ابتدائے اسلام میں انہیں اٹھانی پڑی تھی، اب قلم کے ذریعہ لیں۔ یونانی فلسفہ گو کہ قیاسات اور مظنونات کا مجموعہ تھا، تاہم اس نے اس وقت ایک عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔ اور اس کے زیرِ اثر عقائد اور مسائلِ اسلام پر آزادانہ بلکہ بے باکانہ اعتراضات کی وہ بوچھاڑ شروع ہوئی جس نے ہزاروں مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کر دیا۔ علمائے اسلام نے اس بڑھتی ہوئی رو کو رد کرنے کے لئے تلوار کو حرکت دینا اسلامی شان کے منافی سمجھا۔ نہایت ذوق و شوق اور جانفشانی سے فلسفہ سیکھا اور اسی ہتھیار سے مخالفین کے خلاف مبارزت آزما ہوئے جس ہتھیار سے وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے مقابل صف آرا ہوئے تھے۔

عقیدہ اور مذہب کے اس اختلاف کے آغاز کی ایک وجہ ایرانی، یونانی اور قبطی قوموں کا فوج در فوج اسلام میں داخل ہونا تھا۔ ان کے عربوں کے مزاج میں نمایاں فرق تھا۔ عربوں کا ذوقِ اصلی "قوتِ عمل" تھا۔ اعتقادات میں نکتہ آفرینی ان کے مزاج اور ان کے مایۂ خمیر سے باہر تھی۔ لیکن عجمی قومیں بال کی کھال نکالتی تھیں۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ جو قومیں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں، ان کے قدیم مذاہب، مسائل عقائد میں صفاتِ خداوندی، قضا و قدر اور جزا و سزا کے بارے میں مخصوص خیالات و نظریات کے حامی تھے۔ ان خیالات و نظریات میں ایسے نظریے جو علانیہ عقائدِ اسلامیہ کے مغائر تھے یعنی شرک، بت پرستی، اور تثنیث (ثنویت) وغیرہ، وہ تو دلوں سے جاتے رہے لیکن جو ایک حد تک عقائدِ اسلامی کے مختلف پہلوؤں میں بعض پہلو ان کے عقائدِ اولیٰ سے ملتے جلتے تھے وہاں بالطبع وہ اسی طرف راغب ہوئے۔ اور چونکہ مختلف مکاتیبِ فکر کے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے اس لئے ان کے عقائدِ مختلفہ کا جو اثر اسلام پر پڑا وہ بھی متنوع اور بعض صورتوں میں متضاد تھا۔ یہودی خدا کے تجسیم کے قائل تھے اور ان کے نزدیک خدا تکلیف اور خوشی کی حس بھی رکھتا تھا۔ جب یہودی مسلمان ہوئے اور قرآنی آیتوں سے جن میں خدا تعالیٰ کی نسبت ہاتھ، منہ وغیرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں انہوں نے بھی رائے قائم کی کہ خدا تعالیٰ بھی واقعی انسانوں کی طرح ہاتھ اور منہ وغیرہ رکھتا ہے۔ بعض مسائل ذوالوجوہ تھے جیسے مسئلہ جبر و قدر وغیرہ۔ ان مسائل میں عقیدہ کا اختلاف طبائع کے فطری اختلاف کا نتیجہ تھا۔ قرونِ اولیٰ میں علمائے اسلام ایک فن میں مہارت رکھتے تھے۔ نحوی ائمہ فقہ سے ناواقف تھے تو فقہاء علمِ حدیث سے کم ہی سروکار رکھنے والے تھے اسی طرح محدثین علومِ عقلیہ کا درک نہیں رکھتے تھے۔ جب علمِ کلام ایجاد ہوا تو فلسفہ کی بیسیوں اصطلاحات اس میں رواج پا گئیں۔ محدثین کرام جو اشاعرہ کہلاتے ہیں۔ ان نئی نئی اصطلاحات کو سن کر کلام اور فلسفہ میں فرق نہ کر سکے اور چونکہ یونانی فلسفہ پہلے ہی ان کی نظروں میں حقیر تر تھا، اس لئے علمِ کلام کو بھی انہوں نے اسی قبیل کی کوئی چیز سمجھا۔ اور متکلمین کو گمراہ کا فتویٰ دے دیا۔ چنانچہ فقہاء اور محدثین سے جب صفاتِ خداوندی یا جبر و قدر کے بارے میں کوئی سوال کیا جاتا تو وہ جواب دیا کرتے تھے کہ اَلْکَیْفُ مَجْہُوْلٌ وَالسُّؤَالُ بِدْعَۃٌ کہ اس کی کیفیت نامعلوم ہے اور سوال کرنا بدعت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو بڑے اکھاڑے عقائدِ مختلفہ کے اسلام میں بن گئے جن کو ہم اشاعرہ اور معتزلہ کے نام سے جانتے ہیں۔ بعض اہم معتقدات جو اشاعرہ کے مسلمات بن گئے تھے، حسبِ ذیل تھے۔

۱۔ خدا کے احکام مبنی بر مصلحت نہیں۔
۲۔ کوئی چیز دنیا میں کسی چیز کی علت نہیں۔
۳۔ اشیاء اپنے اندر خواص اور تاثیر نہیں رکھتے۔
۴۔ خدا کو اختیار ہے کہ وہ بے وجہ بھی انسان کو سزا دے۔
۵۔ انسان اپنے افعال میں مقتدر نہیں۔
۶۔ خدا ہی انسان سے نیکی اور بدی کرواتا ہے وغیرہ۔

ان کے مقابلے میں معتزلہ عقل اور فلسفہ کی کسوٹی پر ہر چیز کو جانچتے تھے۔ ان کے چند اہم عقائد یہ تھے:-

۱۔ خدا کی تمام باتیں مبنی بر مصلحت ہیں اور ایک ذرہ بھی خالی از حکمت نہیں۔
۲۔ اس نے نظامِ عالم کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے جو نہایت مضبوط ہے اور کبھی نہیں ٹوٹتا۔
۳۔ اس نے اشیاء میں خواص اور تاثیر رکھی ہے جو ان سے منفک نہیں ہوتی۔
۴۔ اس نے انسان کو اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار بنایا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اشاعرہ اور معتزلہ کی ستیز و آویز اور چشمکیں ایک مدت تک چلا کیں۔ اکثر ائمہ کے نزدیک معتزلہ کے مقابلہ میں اشاعرہ زیادہ صحتِ عقائد کے حامل تھے لیکن ظاہر ہے جہاں تک مطلق عقائدِ اسلامیہ کا تعلق ہے، دونوں گروہ کبھی صحت کے مقام سے دور تھے۔ اور حقیقت دونوں کے بین بین تھی۔ لیکن یہ صورتِ حال رفتارِ زمانہ کے ساتھ بدلتی گئی۔ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب معتزلہ کے عقائد سے قریب تر تھا۔ لیکن آج کے وہ معقول مسلمان جو اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بھی اپنے کو نسبت دیتے ہیں۔ گویا کہ اہلِ سنت اور معتزلہ کا وہ نمایاں فرق آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ گو کہ مسائلِ عقائد میں یہ افتراق جو اس زمانہ میں عام اور نمایاں معلوم ہوتا تھا آج عقل کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے لیکن تفصیل میں جایئے اور علماء سے بحث کیجئے تو پامال شدہ یہ مسائل آج بھی مسلمہ ہیں۔ حضرت امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں اشاعرہ اور معتزلہ کے بارے میں یوں اظہارِ رائے فرمایا تھا کہ:-

> اہلِ سنت والجماعت (اشعریہ) کا خیال خدا کی قدرت کی وسعت کی طرف گیا ہے اور معتزلہ کا خدا کی تعظیم اور اس کے مبرا عن العیوب ہونے کی طرف۔ غور سے دیکھو تو دونوں خدا کی عظمت اور تقدس کے معترف ہیں صرف اصابتِ رائے اور غلطیِ رائے کا فرق ہے۔

اختلافِ عقائد کے اسباب میں ایک بڑا سبب عقل و نقل کی بحث بھی تھی۔ فطرتِ انسانی میں ایک قسم وہ ہے جو ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو نقل پر یقین رکھتی ہے اور جب کسی بزرگ یا معتقد علیہ کی زبان سے کوئی بات سن لیتی ہے تو اس کی علت وغیرہ پر بحث نہیں کرتی بلکہ آمنا و صدقنا کہہ کر سرِ تسلیم خم کر دیتی ہے چنانچہ کوئی زمانہ بھی ان دو قسم کی طبائع اور فطرتوں سے خالی نہیں رہا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے میں بھی اس کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی کہ زندوں کے گریہ و ماتم سے مُردوں کو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اسے قبول نہیں کیا اور لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی والی آیت سے اس کا رد فرمایا۔ اسی طرح کسی صحابی نے جب یہ روایت بیان کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مُردے سنتے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی والی آیت سے اس روایت کو رد کر دیا۔

جوں جوں علوم و فنون میں ترقی ہوئی عقائد اور مسلّمات میں بھی تدریجاً تغیر ہوتا گیا اور فقہاء و محدثین کی ظاہریت اور استبداد آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔ پھر انہی میں سے اشعریہ پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کے ہاتھ پاؤں اور منہ وغیرہ کا انکار کیا۔ اور کہا کہ صفاتِ خداوندی عینِ ذات ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ خیالات پیدا ہونے لگے کہ اگر صفات عینِ ذات ہیں تو الگ سے صفات کوئی چیز نہیں ہو سکتے اور اگر خارج از ذات سمجھی جائیں تو تعددِ قدماء لازم آئے گا۔ اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے لا عین اور لا غیر اور بالذات اور بالغیر کی اصطلاحات وضع ہوئیں۔ لیکن چونکہ یہ وادی بھی تنگ تھی اور گزر مشکل، اس لئے آخر کار یہ ماننا پڑا کہ خدا ایک بسیط ہستی ہے اور تمام صفات کا مظہر۔ اشعریہ کے مقابلہ میں معتزلہ کا حلقۂ احباب وسیع تر تھا۔ اشعریہ زیادہ تر فقہاء اور محدثین کے حلقۂ درس ہی میں شریک ہوتے تھے اور غیر مذاہب والوں سے ان کے روابط کم تھے۔ معتزلہ اپنی عقلیت کی وجہ سے غیروں سے بھی مناظرے کرتے رہتے تھے چنانچہ خیالات کی اس حرکت نے نئے نئے مسائل پیدا کئے اور ابھی بنو امیہ کا دور ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ خلقِ قرآن، تنزیہہ و تشبیہ اور صفاتِ باری وغیرہ کی بحثیں عام ہو گئیں اور چند ہی روز میں بیسیوں فرقے معرضِ وجود میں آ گئے۔

علمِ کلام کی ابتداء میں دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جس کی وجہ پیدائش فرقہ ہائے اسلام کے باہمی جھگڑے تھے۔ اور

دوسری وہ جو فلسفہ کے مقابل کے لئے ایجاد ہوئی تھی۔ امام غزالیؒ نے ان دونوں قسموں کو ملا دیا۔ اور فلسفہ کے انداز پر ایک جدید علم کلام کی ترویج دی۔ امام رازیؒ نے اسے مزید آگے بڑھایا لیکن متاخرین اس علم کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔ فلسفہ کلام منطق، اصول، عقائد اور الٰہیات وغیرہ سب کو ملا کر مرکب بنا دیا

—— ۲ ——

گزشتہ ایک صدی میں علم کلام کے متعلق مصر، شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ علم کلام کو ایک نئے ڈھنگ اور طرز پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ چنداں سود مند ثابت نہیں ہوا۔ یا تو وہی گھسے پٹے اور بہی مسائل و دلائل تھے جو متاخرین اشاعرہ نے ایجاد کئے تھے یا یہ کیا گیا کہ یورپ کے ہر قسم کے معتقدات اور خیالات سے مرعوب ہو کر انہیں معیار حق قرار دیدیا گیا۔ پھر قرآن و حدیث کے ساتھ زبردستی ان کی تطبیق کی گئی۔ سر سید احمد خاں کی تفسیر قرآن اس موخر علم کلام کی بہترین مثال ہے۔ پہلا گویا تقلید کا نمونہ تھا تو دوسرا تقلیدی اجتہاد کا۔ نیا پن کسی میں بھی نہیں تھا۔ یہی سمجھ لیا گیا تھا کہ سلف نے جو کچھ اسلام کو دیا ہے اُس میں اضافہ ممکن نہیں۔ فکر و عقل پر جمود کی اجارہ داری نے توہمات کو بیدار کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ توہمات کی بیداری، عقل کی موت ہوتی ہے۔ نتیجۃً اسلام مزعومہ طلسم اور جمود و طغیان کی آماجگاہ بن گیا۔ لیکن کوئی مرد ہمت نہیں تھا کہ خم ٹھونک کر اٹھتا اور مخالف طاقتوں کو دھکیل کر دیتا۔ افکار یورپ اس تیزی سے وسعت اختیار کر رہے تھے کہ اُن کے سامنے علماء اسلام کو اپنا علم و فلسفہ ایک تنگنائے محسوس ہونے لگا تھا۔ علم کی ترقی اور ترویج کی وجہ سے اسلام کو مظنونات اور قیاسات سے فزوں تر یقینیات اور تجربات کا سامنا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی معلوم ہوتا تھا کہ اقوام اسلامی مروجہ ضروری علوم، افکار اور تجربات سے یا تو تہی دامن ہیں یا پھر اس قدر مرعوب ہیں کہ احساس کمتری نے اُن پر کامل اقتدار اور غلبہ پا لیا ہے۔ جن اقوام کے ہاتھوں میں اسرار کائنات کے حل کی کنجیاں تھیں، وہی اسلام کی سب سے بڑی دشمن ہو گئیں۔ علم اور تجربہ کی وسعت و ترقی کو انہوں نے اپنے مذہب اور معتقدات کی خوبی اور امتیاز کا نتیجہ قرار دے لیا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی معتقدات اور نظریات اُن کی نظر میں مضحک اور ناقابل التفات بلکہ ہدف ملامت ٹھہرے۔ اُس کی آڑ میں وہ اپنے عقائد اور اپنی تہذیب کو عام کرنے کے لئے ہر سعی عمل کو بروئے کار لانے میں کوشاں ہو گئے۔ جہاں عیسائی مشنری اسلام کی

تہذیب کے درپے ہو گئے وہیں آریہ، برہمو، سناتنی وغیرہ دہریے اور فلاسفہ اسے نوالہ تر سمجھ کر اپنے دانت تیز کرنے لگے۔ آبادیوں کی آبادیاں اور بستیوں کی بستیاں، اصحاب علم و دانش اور ارباب پیشوائی سے بھری پڑی تھیں لیکن قیام حق کے لئے آگے آنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔ بعض دامن عصمت میں پناہ ڈھونڈ رہے تھے تو بعض گوشہ انقطاع میں عافیت تلاش کر رہے تھے ضعف ایمانی کا درجہ تنزل جب اس طور سے جاری و ساری ہو جاتا ہے کہ اہل فکر و اصحاب مشیخت کی زبانیں گنگ اور دست عمل شل ہو جاتے ہیں تو ایسے ہی وقت میں مشیت ایزدی جوش میں آتی اور اپنی سنت مستمرہ کے مطابق کسی نفس مزکّی کو عزائم امور کے لئے چُن لیتی ہے...... چنانچہ ایسا ہی ہوا۔!!

—— ۳ ——

اللہ تعالیٰ نے جو اسلام اور بانیٔ اسلام کے لئے بے پناہ غیرت رکھتا ہے، اپنے ایک نیک بندے کو جو بظاہر علوم دینی و دنیوی سے کوئی خاص حصہ نہیں رکھتا تھا۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے چنا اور اس زمانے کے لئے مسیح اور مہدی کے طور پر اسے کھڑا کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فتویٰ ہائے تکفیر کا نشانہ بنے۔ استہزاء کی زحمتیں برداشت کیں۔ لیکن انسانوں کے قلوب اپنے خالق و مالک کے آستانہ پر جھکانے تو ہمیشہ مقدم رکھا توہمات کی قید اور رسومات کے سلاسل سے اسلام کو آزاد کرنے اور دین فطرت کو تمام ادیان پر غالب کر دکھانے کے لئے ایک طوفان آپؑ کے سینہ میں برپا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں اور تضرعات کو سُنا اور بپایۂ قبولیت انہیں جگہ دی۔ آپؑ نے اپنے پیاسے اور محسن خدا سے تائید پا کر علم کلام میں ایک انوکھا تخیل، ایک اچھوتا تصور، ایک نرالا فلسفہ اور ایک اثر انگیز انقلابی رجحان فکر پیدا کر دکھایا اور وہ وہ مینا کاریاں کیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ آپؑ کا علم صرف فلسفہ تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ نے اس علم کو اس رنگ میں وسعت دی کہ باقی تمام علوم کو قرآن کا خادم بنا دیا۔ علم لغت، علم معانی و بیان، علم منطق و فلسفہ اور علوم تاریخ کو ایک نئے ڈھنگ سے آپ نے برتا۔ آج مخالف بھی اس بات کے معترف ہیں۔ اخبار وکیل امرتسر نے آپؑ کی وفات پر لکھا تھا کہ:-

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا......... کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔"

"جب کہ اسلام دشمنوں کی یورش میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان، محافظ حقیقی کی طرف سے عالم و اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے، اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کیلئے کچھ نہ کرتے تھے یا کر نہ سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت پناہی کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ میں تیر بھی نہ تھے"

"مسلمانوں کی طرف وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اُس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اُس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔"

"کاش کہ اُس کی تاثیر کی آزمائش کی جائے اور اسے عیسائی آبادی کی زبانوں میں منتقل کر کے بکثرت شائع کیا جائے"

"غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

(اخبار وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء)

اسی طرح ایک اور اخبار نے اپنے ادارتی نوٹ میں آپؑ کے لٹریچر اور آپؑ کے کام کے بارے میں یوں خامہ فرسائی کی تھی کہ

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلے میں زبان کھول سکتا جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے رد میں لکھی گئیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے ہیں، آج تک معقولیت سے اُن کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔"

(از علامہ حیرت دہلوی۔ کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء)

—— ۴ ——

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا صحیح لطف تو آپ کی کتب کے مطالعہ سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، تاہم بعض اہم اصول اور نکات جو آپ نے اپنے علم کلام کی تدوین میں مقرر فرمائے، اُن کو ہم یہاں درج کر دیتے ہیں

① گزری ہوئی تیرہ صدیوں نے اسلام اور اہل اسلام میں جو معتقدات اور نظریات پیدا کر دیئے ہیں، ان کے حل یعنی اندرونی اصلاح کے لئے آپ نے یہ اصل پیش فرمایا کہ ہمارے عمل نظر سب سے مقدم کتاب اللہ یعنی قرآن کریم ہونی چاہیئے۔ اُس کے پیچھے دوسرا نمبر آپ نے سنت رسول کو یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیا۔ وہ افعال جو خود آپ کی ذات بابرکات سے سرزد ہوئے اور جن کی کامل تقلید و تصدیق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے افعال سے اپنی عین حیات فرمائی۔ واضح ہو کہ سنت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اور احادیث آپ کے اقوال ہیں جو ایک مدت کے بعد مدون ہوئے۔ جس وقت تک کہ حضورؐ کے اقوال ابھی جمع نہیں ہوئے تھے، آپؐ کا عمل دنیا میں موجود تھا۔ بایں لحاظ سنت کو احادیث پر فوقیت بھی حاصل ہے اور حدیث سے الگ حیثیت بھی۔

تیسرا درجہ آپؑ نے احادیث نبوی صلعم میں صحیح بخاری کو دیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ سنت اور قرآن کریم اُس کی تائید کریں۔ چوتھے نمبر پر آپ نے صحیح مسلم کو جگہ دی۔ اس شرط کہ بخاری، سنت رسول، قرآن مجید اُس کی مخالفت نہ کریں۔ پھر اسی طرح دیگر کتب حدیث درجہ بدرجہ۔

② آپ نے یہ اصول مقرر فرمایا کہ مجرد عقل انسانی یا فلسفہ دنیا کے مسائل کا ہنسی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ضروری ہے کہ انسانی عقل، خدا تعالیٰ کی تازہ بتازہ ہدایات کی روشنی میں اپنا راہ عمل متعین کرے۔ اُس کے لئے خدا تعالیٰ نے وحی و الہام کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے۔

③ قرآن مجید کی تفسیر کے لئے آپؑ نے

بے نظیر اصول مرتب فرمائے اور انہیں پیش نظر رکھنا ضروری قرار دیا۔ ۱؎ قرآن، الٰہی کلام ہے اور کلام الٰہی کے لئے لابدی ہے کہ وہ اپنے ہر دعوٰی کی خود ہی دلیل بھی دے اور قرآن مجید میں یہ امر بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ ۲؎ قرآن اپنے اندر ایک لطیف اور ابلغ ترتیب کا حامل ہے اور تمام دینی اور اخلاقی ضروریات کو وہ پورا کرتا ہے۔ کسی طرح تمام دائمی صداقتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۳؎ قرآن کی بیشتر آیات کی تشریح اور تفسیر خود اس کی دوسری آیات کرتی ہیں۔ نیز یہ کہ قرآنی آیات میں باہم تناقض نہیں اور ان کی تفسیر میں ہمیشہ لغت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ ۴؎ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہوا ہے چنانچہ اس کا ایک شُعشہ یا ایک نقطہ بھی منسوخ اور ناقابل عمل نہیں ہے۔ ۵؎ آیت لا یمسّہٗ الّا المطھرون کے مطابق اسرار اور نِکات قرآن اور نکات و معارف صرف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جو مطہر وجود ہوں۔ ۶؎ قرآن میں محکمات اور متشابہات ہیں۔ محکمات اسلامی تعلیم کا اصل الاصول ہیں اور متشابہات میں تفصیل تعلیم ہے۔ متشابہات کی تفسیر کا گُر یہ ہے کہ انہیں محکمات کے تابع رکھا جائے اور ان کی روشنی میں انہیں حل کیا جائے۔ ۷؎ فکر انسانی اور فلاسفر خواہ کوئی صداقت اپنی کاوشوں سے پیش کریں وہ پہلے سے قرآن میں موجود ہے۔ ۸؎ اسلام کا خدا زندہ، اس کی کتاب زندہ اور اس کا رسول زندہ ہے۔

④ اسلام کی حقانیت کے ثبوت کیلئے آپ نے منجملہ اور بہت سے اصولوں کے یہ اصول بھی رواج دیا کہ اسلام کے احکامات اور معتقدات کی فلاسفی اور اس کی حکمت بتائی جائے۔ گو کہ یہ بات قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہی ہے جیسا کہ آیت ویعلمھم الکتاب والحکمۃ سے ظاہر ہے کہ ہمارا یہ رسول کتاب (قرآن) کی صرف تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ ہر تعلیم کی حکمت بھی پیش کرتا ہے۔ لیکن عام طور پر اہل اسلام نے اس اصول کو بھلا دیا تھا۔ نماز یا روزہ یا دیگر احکامات اسلام کے بارے میں یہی عقیدہ تھا کہ ان کا ادا کرنا ضروری ہے ورنہ جنت سے محرومی اور دوزخ سے وابستہ پیش آئے گا۔ گویا کہ نماز اور روزہ وغیرہ بالذات کوئی خوبی نہیں رکھتے۔ بلکہ اصل غرض انسان کی پیدائش کی حصول جنت ہے جو مرنے کے بعد ملے گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی ہر تعلیم اور حکم کی حکمت بتائی۔ اور ظاہر فرمایا کہ اسلام اور دیگر ادیان میں یہی فرق ہے کہ اسلام اور دیگر ادیان میں یہی فرق ہے کہ اسلام کا ہر حکم اپنے اندر ایک بلیغ حکمت رکھتا ہے۔ اس طرح بجائے حکم سے منوا نے کے عقل کو اکسایا اور انسانی فہم کو اپیل کی اور ظاہر ہے کہ یہی وہ طریق ہے جو ہر اعتراض اور

تنقید سے بالا اور ہر شک اور بدظنی سے مبرّا ہے۔

⑤ عیسائیوں، آریوں اور دیگر اہل کتاب مخالفین اسلام سے مناظرے اور مباحثے کے لئے آپ نے یہ اصول پیش فرمایا کہ جو بھی دعوٰی اپنی صداقت یا تائید کا، مناظر حضرات پیش کریں اس کا ثبوت اپنی الہامی کتاب سے دیں اور اس پر دلیل بھی اُسی کتاب مقدس سے لائیں۔ یہ نہ ہو کہ دعوٰی تو کتاب پیش کرے اور دلیل کے لئے کوئی شخص اپنے ساختہ پرداختہ سے حق وکالت ادا کرے اور خود کتاب اس معاملے میں خاموش ہو۔ اس بے نظیر طریق اور اصول کے ذریعہ آپؑ نے ثابت فرمایا کہ یہ قوت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنے ہر دعوٰی کے ساتھ زبردست دلیل بھی رکھتا ہے۔

⑥ آپؑ نے دعوٰی کیا کہ عیسائیوں کے مقابلے میں اہل اسلام کی علمی شکست کی اصل وجہ عقیدۂ حیاتِ مسیح علیہ السلام ہے۔ اس عقیدہ کے بطلان پر قرآن کریم و نیز عقل ونقل اور تاریخ سے آپؑ نے ایسے شواہد جمع کئے اور ایسے بے نظیر دلائل اور براہین سے اس کا رد فرمایا گویا ایک سورج چڑھا دیا۔ اور اسی دلیل کے ذریعہ آپ نے عیسائیوں کے اصل عقیدہ "الوہیت مسیح اور کفارہ" پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ گویا اُن کے مذہب کی عمارت کو دھڑام سے زمین بوس بلکہ زمین دوز کر دیا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے مسلمان بدک کر آگے آگے بھاگتے تھے اور پادری اُن کے پیچھے دوڑتے تھے اور آج پادری آگے بھاگ رہے ہیں اور مسلمان اُن کا پیچھا کئے ہوئے ہیں۔

⑦ ہندوؤں کے سب سے متعصب اور منہ زور فرقہ آریہ سماج کو آپؑ نے اُن کے منجملہ بنیادی عقیدوں کے، عقیدہ "مادہ اور روح قدیم اور انادی ہیں" کے خلاف عقل و فطرت، ہونے کا ثبوت دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے دیا۔

⑧ سکھوں کے لئے بابا نانک رحؒ کی بزرگی، اور اسلام کے ساتھ غیر معمولی محبت والفت، خود انہی کی مسلمہ کتابوں اور آثار سے آپ نے ثابت فرمایا اور ایسے دلائل اور حقائق پیش کئے جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

غرض کہ یحیی الدین ویقیم الشریعۃ کے اپنے منصب کو آپؑ نے ہر مذہب پسند و مذہب بیزار آدمی سے زبان حال و قال سے منوا لیا اور آپ کے پیشکردہ چیلنج جو ہزاروں روپوں کے انعامی ہیں۔ اور جن میں تمام ادیان عالم کے علماء کو مخاطب کیا گیا ہے۔ آج بھی ناقابل شکست ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں آپ نے وحی الٰہی کی بناء پر جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ آج اپنی کامیابی اور فتح کے جھنڈے گاڑ چکی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

تذکرہ

(صفحہ ۵۹۷)

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عظیم منصوبہ کا روحانی پروگرام

صد سالہ احمدیہ جوبلی کے عالمگیر منصوبہ کی کامیابی کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کے سامنے نفلی عبادات اور ذکر الٰہی کا ایک خصوصی پروگرام رکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

① جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں۔ جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

② دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں۔ جو نماز عشاء کے بعد سے لیکر نماز فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

③ کم از کم سات بار روزانہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے۔

④ تسبیح و تحمید اور درود شریف اور استغفار[1] کا ورد روزانہ ۳۳، ۳۳ بار کیا جائے۔

⑤ مندرجہ ذیل دُعائیں روزانہ کم از کم گیارہ بار پڑھی جائیں:۔

(۱) — رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

(۲) — اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

[1] تسبیح و تحمید:۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ
درود شریف:۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
استغفار:۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

درخواستِ دُعا

مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (ابن حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ) ان دنوں فن لینڈ میں جماعت کے قیام کے لئے حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منشاء مبارک کے تحت تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ کہ اس ملک کی خواتین کا لباس اسلامی طرز کا اور اس سے ملتا جلتا ہے۔ یہاں مستورات پوری آستینوں والے بند گلے کے کرتے پہنتی ہیں۔ اور ٹخنوں تک ٹانگوں کو بھی ڈھکے رکھتی ہیں۔ انہوں نے وہاں کی خواتین کا ایسا لباس پہنے ہوئے فوٹو بھی بھجوایا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب اس ملک اور یورپین ممالک میں اسلام پھیلنے کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

مرزا وسیم احمد

ساقیا! جلسہ مبارک!

بحضور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

از مکرم مولوی محمد شفیع صاحب اشرف مبلغ انڈونیشیا

ساقیا! جلسہ مبارک! تیرے مے خانوں کی خیر
تیرے شیشوں، تیرے ساغر، تیرے پیمانوں کی خیر

خیر ہو اے شمع تیری، تیرے پروانوں کی خیر
خیر تیرے جاں نثاروں، سوختہ جانوں کی خیر

مسجدوں کی منبروں کی، تیرے ایوانوں کی خیر
خیر تیری جلوہ گاہوں کی، شبستانوں کی خیر

خیر تیرے مدرسوں کی اور دبستانوں کی خیر
خیر تیرے علم و عرفاں کے خمستانوں کی خیر

تیری گلیوں تیرے کوچوں تیرے میدانوں کی خیر
تیرے صحنوں تیرے باغوں تیرے بستانوں کی خیر

تیرے منصوبوں کی خیر اور تیرے ارمانوں کی خیر
تیری تقریروں کی خیر اور تیرے اعلانوں کی خیر

خیر ہو اُن خوش نصیبوں کی جو پہنچے ہیں وہاں
ناصحوں کی دوستوں کی تیرے مہمانوں کی خیر

خیر تیرے ہر مقرر کی ہر اک عالم کی خیر
قاریوں کی شاعروں کی اور ثناخوانوں کی خیر

خیر ہر اک کارکن کی اور ہر خادم کی خیر
افسروں کی ناظروں اور نگرانوں کی خیر

خیر سب انصار کی، خدام کی، اطفال کی
تیرے فرزانوں کی خیر اور تیرے مستانوں کی خیر

خیر ہو آقا! لوائے احمدیت کی بھی خیر
خیر اس کے پہرہ داروں کی، نگہبانوں کی خیر

خیر ہو تیرے ہر اک زائر کی ہر حاضر کی خیر
واقفوں، ناواقفوں، اپنوں کی بیگانوں کی خیر

خیر اُن کی بھی جو مجبوراً وہاں حاضر نہیں
میرے جیسے "دُور افتادوں" کی، دیوانوں کی خیر

الغرض سب خیر ہو سب خیر ہو سب خیر ہو
اے مرے ربّ خیر ہو سب خیر ہو سب خیر ہو

نگر نگر میں مساجد کے اہتمام کو دیکھ!

از مکرم مولوی صدیق صاحب امرتسری ایم اے۔ سابق مبلغ مغربی افریقہ جزائر غنی

مجھے ہے دیکھنا تُو نے تو میرے کام کو دیکھ
میری نماز، مرے قبلہ و امام کو دیکھ

مرے خلوص و محبت کا امتحان کرلے
مرے خدا، مرے اسلام میرے نام کو دیکھ

مری اذان، مرا کلمۂ شہادت سُن
مرے قیام، مرے سجدہ و سلام کو دیکھ

مرے مجدّد و مہدی غلامِ احمدؐ کو
مرے رسُول محمدؐ کے فیضِ عام کو دیکھ

مری وفا، مرے صدق و صفا و صبر کو جانچ
اور اہلِ دل کی نظر میں مرے مقام کو دیکھ

خدا کا بندہ ہے اکرم وہی جو اتقیٰ ہے
حسب نسب کو فقط اور نہ احتشام کو دیکھ

مسیح و مہدیٔ دوراں کا ہو چکا ہے ظہور
جہاں میں غلبۂ اسلام کے نظام کو دیکھ

تمام قوموں میں تبلیغِ دینِ مصطفوی
نگر نگر میں مساجد کے اہتمام کو دیکھ

طلب ہے گر تجھے ہمدم علومِ قرآں کی
تو آکے ربوہ میں اِس دَور کے امام کو دیکھ

مرے خدا مرے محسن، اِدھر بھی ایک نظر
جسے ہے آس فقط تیری اُس غلام کو دیکھ

جتا نہ پیارے مرے اَنگنت گناہ مجھے
تو اپنی بخشش و اَلطاف و عفوِ عام کو دیکھ

نہاں ہے تجھ سے اگر حالِ دل مرا صدیق
تو دل سے نکلے ہوئے میرے اِس کلام کو دیکھ

جماعت احمدیہ کی چند امتیازی خصوصیات

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی

آج سے چودہ سو سال قبل جبکہ دنیا گمراہی و ضلالت میں مبتلا تھی قریباً ہر قوم ایک طرف تو اپنے خالق و مالک سے روگرداں ہو چکی تھی اور دوسری طرف مختلف رسوم اور بدعات کے طوق اپنے گلے میں ڈال چکی تھی۔ جسکی وجہ سے روحانیت تباہ ہو چکی تھی۔ اور معاشرہ خراب ہو چکا تھا ایسے وقت میں سرزمین عرب میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور پر نور ہوا اللہ تعالیٰ نے جملہ اقوام کی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے حضور کو ایک نسخہ کیمیا عطا فرمایا۔ جیسا کہ علامہ حالی نے فرمایا ہے ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

یہ نسخہ کیمیا قرآن مجید تھا جس کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک و بدعات کے اندھیروں کو دور کر کے روحانی روشنی سے دنیا کو منور کیا۔

اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب کے بارہ میں فرماتا ہے کتابٌ انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید
سورۃ ابراہیم

ترجمہ: یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے جسے ہم نے تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لائے۔ یعنی شرک کی ظلمت سے نکال کر اس کامل محمود خالق کائنات ہستی کی طرف لائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قرآن پاک کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

از نور پاک قرآن صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ترجمہ: قرآن مجید کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہو گئی اور دلوں کے غنچوں سے باد صبا چلنے لگی۔ ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں۔ اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاندنی میں بھی نہیں۔ قرآن مجید گویا ایک نور تھا۔ ایک روشنی تھی۔ ایک کیمیاوی نسخہ تھا۔ جس کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو رسوم و بدعات اور شرک کی غلاظتوں سے پاک و صاف فرما دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کیمیاوی نسخہ کو استعمال کرنے سے وہ لوگ جو دن رات مے کے پانچ مخصوص اوقات میں بادہ خواری کے عادی تھے پانچ وقت خدا کے آگے سربسجود ہونے لگے۔ وہ لوگ جو عورتوں کی کوئی عزت نہ کرتے تھے۔ انہوں نے اس نازک صنف کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے نتیجہ میں ایک اہم مقام عطا کیا۔ اور دختر کشی کو ترک کر دیا اپنے وحشیانہ چال چلن کو چھوڑ کر نہ صرف یہ کہ خود ہی مہذب بنے بلکہ تہذیب میں دنیا کے استاد بن گئے اور جہاں اور جس ملک میں گئے اس کو تہذیب کا گہوارہ بنا دیا۔ اللہ اللہ ایک زبردست انقلاب تھا جو اس کیمیاوی نسخہ کو استعمال کرنے کے بعد مسلمان قوم میں آیا۔

وقت گزرتا گیا اور وہ قوم جسے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل ان الفاظ میں تلقین فرمائی تھی کہ اے مسلمانو! میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ۔ قرآن مجید اور اپنا اسوہ حسنہ اور یہ فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! جب تک تم ان دونوں باتوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے اور ان پر عمل کرتے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے مسلمانوں کی اکثریت جب تک حضور کی اس نصیحت پر عامل رہی مسلمان دین و دنیا میں ترقی کرتے رہے۔ لیکن جب اس نصیحت پر عمل کرنا چھوڑ دیا قرآن مجید کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ اسوۂ رسول کو چھوڑ کر مختلف رسوم و بدعات کے دلدادہ ہونے لگے۔ تب ان کی روحانیت پر زوال آ گیا۔ ان کا معاشرہ خراب ہو گیا اور ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی۔ اک رہ گیا اسلام کا نام باقی

کا نظارہ نظر آنے لگا۔ مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر رحم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب حضرت امام مہدی علیہ السلام و مسیح موعود اور موعود اقوام عالم کو مبعوث فرمایا۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے پاک روحوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ ان کی تربیت کی اور ایک جماعت کا قیام فرمایا جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں قرآن مجید اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والی اور اسلام کی فدائی جماعت ہے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اس جماعت کا نام پیشگوئیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جماعتِ احمدیہ رکھا۔ یہ جماعت قرآن مجید میں سورہ جمعہ میں آمدہ آیت وَاٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم کی مصداق ہے اور اپنے امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے صحابہ کرام کی مثیل ہے۔

جماعت احمدیہ اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے آج کی تمام مسلم جماعتوں اور فرقوں میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے اس مضمون میں نہایت اختصار کے ساتھ جماعت احمدیہ کی چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آج صرف جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جس میں نظام خلافت قائم ہے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں نظام خلافت پہلی امتوں کی طرح قائم ہونا تھا چنانچہ سرکار دو عالم کی وفات کے بعد یہ نظام قائم ہوا۔ اور ایک عرصہ تک قائم رہا۔ پھر خلافت کا نظام مسلمانوں میں ختم ہو گیا موجودہ زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق کہ ثُمّ تکون الخلافۃ علی منھاج النبوۃ۔ یعنی پھر منہاج نبوت پر خلافت کا قیام ہو گا (بخاری شریف) حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خلافت کا قیام ہوا۔ اور سوائے جماعت احمدیہ کے یہ نظام کسی اور مسلم فرقہ میں موجود نہیں خلافت کے نظام کی غرض و غایت اجتماعی شیرازہ کی تقویت اور مضبوطی ہے۔ اس نظام کا پیشوا اور نگران اعلیٰ ایک امام تجویز کیا گیا ہے اور اس امام کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ مطاع ہو یعنی اس کی اطاعت امت محمدیہ کے ہر فرد پر واجب ہے اس کا بڑا کام افراد کو شریعت یعنی ضابطہ قوانین کا پابند رکھنا ہے۔ جس کی پابندی خود امام کے لئے بھی ضروری ہے۔ جیسی کہ دیگر افراد کے لئے۔ ہم بانگ دہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کے اندر نظام خلافت موجود نہ ہو اس لئے اگر مسلمان مجتمع ہو کر اپنی زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہیں اور اسی زندگی میں ہر قسم کے فوائد ہیں تو مسلمانوں کو جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر اپنے نظام کو مضبوط کرنا چاہیئے۔

(۲) قرآن مجید کی سورۃ مومنون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن کامیاب و کامران ہوں گے جو باقاعدگی کے ساتھ خدا کے آگے سربسجود ہونے والے اور نمازوں کو ادا کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا

قد افلح المومنون الّذین ھُمْ فی صلوٰتھم خاشعون

یعنی کامیاب مومن وہ ہوں گے جو اپنی نمازوں کو خشوع خضوع سے ادا کریں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا: یبتغون فضلًا من اللّٰہ ورضوانًا

امت محمدیہ کے افراد کا نصب العین — اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے اور اس کا فضل حاصل کرنا مقصود اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے جو کتاب قرآن مجید نازل فرمائی اور جس کے حوالہ سے میں نے یہ بحث کی ہے کہ کامیاب مومنوں کی کیا علامت ہے اس کتاب میں خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارہ میں جامع بحث ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ہر حسن و احسان اور ہر خیر و خوبی کا سرچشمہ خدا ہے چنانچہ یہ بات الحمد للہ رب العالمین میں بیان فرمائی گئی ہے اسی حمد سے ایک مسلمان کی نماز شروع ہوتی ہے جو روزانہ بار بار دہرائی جاتی ہے تاکہ ایک مسلمان کا نصب العین اسے ہر وقت یاد رہے اسی مقدس کتاب میں ایک جگہ فرمایا۔

لکلٍّ وجھۃٌ ھو مولّیھا فاستبقوا الخیرات (بقرہ ع ۱۸)

ہر ایک قوم کا ایک نصب العین ہوتا ہے اے مسلمانو! تمہارا نصب العین یہ ہے کہ ایسی شکل و صورت والے اخلاق کو جو سراسر خیر ہیں اپناتے ہوئے تمام قوموں پر سبقت لے جاؤ اور فرمایا

صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃً ونحن لہ عابدون

اللہ کے رنگ سے رنگین ہونا مسلمانوں کا مقصد ہے۔ اور اس کے رنگ سے کون سا رنگ زیادہ خوبصورت ہو سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے افراد اپنے امام کی اطاعت میں باقاعدگی کے ساتھ نمازیں ادا کرنے والے ہیں اور اپنا بہترین نمونہ دکھا کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ خدائے معبود کی عبادت کرنے والے ہم ہیں جو اس کے رنگ میں رنگین ہیں۔ آج مسلمانوں میں مساجد کی کثرت ہے۔ لیکن نمازیوں کی کمی ہے اس کے برعکس احمدیوں میں مساجد کی کمی ضرور ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی ہر مسجد نمازیوں سے بھرپور ہوتی ہے ان کے گھر بھی ذکر الٰہی سے معمور ہوتے ہیں اور اپنے نمونہ کو پیش کرتے ہوئے احمدی غیر ملکوں میں بھی مسجدیں بنا رہے ہیں اور غیر مسلموں کو کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھا کر اسلام میں داخل کر رہے ہیں۔

پس جماعت احمدیہ ایک عملی جماعت ہے جس میں داخل ہو کر آپ کو روحانی سرور ملے گا۔ جو کسی اور جماعت میں ملنا آج کے زمانہ میں قطعی ناممکن ہے

(۳) جماعت احمدیہ کی ایک اور صفت یہ ہے کہ اس میں شامل ہونے کے بعد آپ کو اخوت و برادری کا وہی نمونہ نظر آئے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام میں تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو یہ تلقین کی تھی کہ "اے لوگو! ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا۔ تاکہ تم ایک دوسرے کی قدر و قیمت کو پہچانو۔ یقیناً تم میں سے اللہ کے حضور وہی معزز ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اللہ بہت علم رکھنے والا اور بہت واقف حال ہے۔"
(سورۃ الحجرات ع ۲)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا فخر لعربیٍ علیٰ عجمیٍ
ولا لعجمیٍ علیٰ عربیٍ اِلَّا
بالتقویٰ

کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فخر ہے بجز تقویٰ کے۔

جماعت احمدیہ میں ہر قوم کے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل سے شامل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں اور ہریجنوں میں سے شیڈولڈ کاسٹ (اچھوتوں) میں سے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والے موجود ہیں۔ لیکن سب احمدی خواہ وہ کسی برادری سے آئے ہوں جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے بعد احمدی بھائی ہیں۔ اگر صحابہ کرام والی اخوت کا نظارہ آپ آج پھر دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر اس نظارہ کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(۴) اسلام نے مسلمانوں کے معاشرہ اور اقتصادیات کو درست رکھنے کے لئے بیت المال کا نظام مقرر فرمایا۔ اور سود کو حرام قرار دیا۔ نیز زکوٰۃ و صدقات کا سلسلہ جاری کر کے مسلمان قوم کی اقتصادیات کو مضبوط رکھا۔ مسلمانوں پر ایک وہ وقت آیا ہے جبکہ مال و دولت کی یہ حد تک کثرت تھی یہ مال و دولت لوٹ کھسوٹ اور رعایا پر ظلم و تشدد سے نہیں آتے تھے بلکہ زکوٰۃ عشر اور صدقات سے جو ہر ذی استطاعت مسلمان رضائے نفس سے ادا کیا کرتے تھے۔ نیز یہ فراوانی تجارت و صنعت اور ہر قسم کی حرفت اور وسائل کسب کو فروغ دینے سے ہوئی تھی۔ اور رعایا کے تمام طبقات میں خلفاء کے ذریعہ ان مالوں کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم نے دولت کے لحاظ سے جو نشیب و فراز تھا اسے برابر اور یکساں کر دیا تھا اور یہ فراوانی نعمت کسی ایک جگہ کی خصوصیت نہ تھی۔ بلکہ جہاں جہاں پر بھی پرچم اسلام لہرایا وہاں کی اقتصادیات کی یہی حالت تھی۔ آج مسلمانوں میں یہ نظام موجود نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی بھی قومی اور عالمی بیت المال نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان ظاہری اعتبار سے قعر ذلت میں گر چکے ہیں۔

البتہ جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نظام موجود ہے۔ جہاں جماعت میں نظام خلافت ہے وہاں جماعت کے پاس قومی بیت المال ہے جہاں زکوٰۃ صدقات اور مختلف چندہ جات کی رقوم جمع ہوتی ہیں اور خلیفۂ وقت کی نگرانی میں اشاعت اسلام کے لئے نیز غرباء کی بہبودی کے لئے یہ رقوم خرچ ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی اقتصادی حالت بہتر ہے اور بلحاظ جماعت کے بھی تمام مسلم فرقوں اور جماعتوں سے جماعت احمدیہ اقتصادی لحاظ سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہے

(۵) آخر میں میں جماعت احمدیہ کی ایک اور خصوصیت کو بیان کر کے اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور یہ خصوصیت قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ

ھم عن اللغو معرضون۔

مومن لوگ لغویات سے اعراض کرتے ہیں

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے توحید کے اعلیٰ مقام پر قائم ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر قسم کی بدعات اور رسوم اور لغویات سے دور ہے۔ مسلمانوں نے اس وقت قرآن مجید اور اسوۂ رسول کو پس پشت ڈال کر بیشمار غیر شرعی بدعات اور رسوم اپنے اندر اپنا لی ہیں۔ جن کا اسلام سے اور اسوۂ رسول سے دور کا بھی تعلق نہیں گویا مسلمان نور سے نکل کر پھر ظلمت میں آ چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

غرض اس وقت لوگوں نے سُنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے وہ سُنّت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہنما سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں:

(ملفوظات جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۶۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اعمال صالحہ کی بجائے چند رسوم نے لے لی ہے۔ اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اسے توڑا جائے جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی کیوں پرواہ کریں جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اس کو دور کر دیا جائے اور چھوڑا جائے۔ جو حدود الٰہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے کہ احیائے سُنّت اسی کا نام ہے۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۹)

جماعت احمدیہ کے خلفاء اس امر کی نگرانی فرماتے رہتے ہیں کہ جماعت تعلیم قرآن اور اسوۂ رسول کو چھوڑ کر بدعات اور رسوم میں مبتلا نہ ہو جائے چنانچہ جماعت احمدیہ کے موجودہ خلیفہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۲۲ ؍ جون ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں اس پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے ہر بدعت اور بدرسم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے اور اپنے گھروں کو پاک کرنے کے لئے شیطانی رسوم کی سب راہوں کو اپنے گھروں پر بند کر دیں گے۔"

پس جماعت احمدیہ کے افراد کی زندگیاں ان بے شمار رسومات سے (جن کا اس مختصر مضمون میں تفصیلی تذکرہ نہیں کر سکتا) بالکل پاک اور صاف ہیں اور جماعت احمدیہ کا نصب العین بھی یہی ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھری پھیر کر رسومات اور تکلفات سے پاک ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر زندگی بسر کریں۔ پس ہر وہ شخص جو اس ادبار سے نکلنا چاہتا ہے جو اس وقت مسلمانوں پر چھایا ہوا ہے اور ظلمت و تاریکی سے نور میں آنا چاہتا ہے وہ جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کرے کہ اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد وہ خود محسوس کرے گا کہ آج کے زمانہ میں یہی وہ جماعت ہے جو قرآن مجید اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چل رہی ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دوئی و شرک و ضلالت نہیں پسند ہمیں

ہم احمدی ہیں جہالت نہیں پسند ہمیں
دوئی و شرک و ضلالت نہیں پسند ہمیں

رہِ ترقی پہ ہیں گامزن بفضلِ خدا
جمود و کسل میں تدامت نہیں پسند ہمیں

ہمارے ساتھ ہمارے خدا کی بات کرو
کہ اور کوئی حکایت نہیں پسند ہمیں

ہو جن میں جذبۂ اخلاص و اتقاء مفقود
وہ نیکیاں وہ عبادت نہیں پسند ہمیں

قتیلِ جور و ستم ہیں مگر کسی کے خلاف
خدا سے پھر بھی شکایت نہیں پسند ہمیں

جنابِ ختمِ رسل سید الورٰیؐ کے سوا
کسی بشر کی قیادت نہیں پسند ہمیں

ہے کام خدمتِ خلقِ خدا ہمارا مگر
کسی کی بے جا حمایت نہیں پسند ہمیں

ہے جُہدِ وسعیِ مسلسل ہمارے قومی نشاں
ضیاعِ وقت کی عادت نہیں پسند ہمیں

خطا معاف ہو یارب کہ تیری دنیا میں
یہ اہلِ کفر و ضلالت نہیں پسند ہمیں

عرب کے مہرِ جہاں تاب کی ضیاؤں پہ
یہ ظلمتوں کی جسارت نہیں پسند ہمیں

خدا نے جسکو بنایا ہو وقت کا حاکم
خلاف اس کے بغاوت نہیں پسند ہمیں

محمد صدیق امرتسری ایم اے سابق مبلغ مغربی افریقہ و جزائر فجی

کے جو ندوہ کو اس کی حقیقی رُوح سے خالی کر دینے والے ہیں اور بھی متفرق واقعات ایسے پیش آتے رہے جو دیانت وصداقت اور اصول وقواعد کے بالکل خلاف تھے۔...

"یہ صحیح ہے کہ مولانا شبلی نے ندوہ کو بالکل بربادی کے عالم میں پایا اور اسے رفتہ رفتہ درست کرنا چاہتے تھے۔ نیز اصلاح کا عنصر قلیل اور مادۂ فساد وشرارت کثیر ووسیع تھا۔ تاہم یہ مقاصد ایسے تھے جن پر کسی طرح بھی چشم پوشی جائز نہیں ہو سکتی تھی۔.... انہیں کی وجہ سے قوم کو ندوہ پر اعتقاد تھا۔ .... اور وہ معاف فرمائیں اگر میں یہ کہوں کہ ان پر باطل کی اعانت اور فساد پر سکوت کا الزام عائد ہوتا ہے.... صحیح مسلم کی حدیث "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا...الخ" کے آخری درجے "فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ" کا یہ موقع نہ تھا۔ اور وہ بھی "أَضْعَفُ الْإِيمَانِ" میں داخل ہے۔" (ص۸)

"... کوئی حکومت... کوئی انجمن کوئی جماعت کبھی اسلامی نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ اصل شرعی ودینی اور حکم مقدس "أَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ" کی پیرو نہ ہو۔" (ص۸)

مزید لکھتے ہیں کہ:-

"... مالشہ مخصوص" کی بعض ارواح مفسدہ نے ندوہ کو نظام باطل اور بدعت سے بدل دیا۔" (ص۹)

"ندوہ ایک اسلامی انجمن نہ رہا۔ کیونکہ میں کسی جماعت کو جو اپنے اندر اسلام کے اصل الاصول شوریٰ اور اشتراک جمہور کے قاعدے کو نہ رکھتی ہو ایک اسلامی جماعت تسلیم نہیں کرتا۔ وہ شاید اس ملت کی پیرو ہو گی جس میں کسریٰ اور قیصر گذرے ہیں۔ مگر وہ اسلام جس کے پیرو ابو بکر و عمر تھے (رضی اللہ عنہما) اور جس کے قرآن میں شوریٰ رکھی ہے اس سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔"

(ص۱۰)

"استبدادی اغراض مفسدہ کی تکمیل" اور "اعمال سیئہ کی تحصیل کے لئے ایک قدم مخالفت اور آگے بڑھا دیا... ایک خانہ ساز مجلس... وضع کی گئی جو... جہل وفساد دونوں کا مجموعہ ہے.... اس کو دیکھ کر ان حمقوں کی بے وقوفی پر ہنسی آتی ہے... ان کے فساد اور شر عظیم پر تأسف

ہونا پڑتا ہے کہ ... انہوں نے ندوہ کے جسم سے یکسر رُوحِ حیات وعمل کھینچ لی اور پھر اس کی بے جان لاش پر گدھوں کی طرح گر کر پنجے مارنے لگے" (ص۱۱)

ندوہ نے وضاحت کی کہ اس کا مقصد (یہ ہے کہ تمام گروہوں کے مشترکہ امور) ... حفظ بیضۂ شریعت ودفع ہجوم منکرین اسلام واصلاح عموم مسلمین وتبلیغ تکثیر تو حید ورسالت۔ ان مقاصد کے لئے تمام پیروانِ کلمۂ شہادت متفق ہو کر .... ایک مشترکہ مرکز بنائیں۔ جدید علوم مادیہ نے آریہ سماج کے مشنریوں نے (اور مسیحی) کے عالم گیر دینی حملوں .... نے جو نقصان اسلام کی قوت دینی وتبلیغی کو پہنچایا ہے ... اگر کلمہ اسلام سب کو محبوب ہے تو اس کے لئے سب کو اپنی قوت صرف کرنی چاہیئے۔ (ص۸)

لیکن بالآخر اس کو عمومیت سے محروم کر دیا گیا۔ اور ندوہ کے ارکانِ انتظامی صرف ایک ہی گروہ سے لئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ (ص۸)

۳۔ مولانا آزاد کے نزدیک ندوہ کا ظاہر کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"ان تغیراتِ مفسدہ وبدعاتِ منکرہ سیئہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ندوۃ العلماء جیسا کہ یہ مفسدین ومضلین چاہتے تھے وہ محض چند آدمیوں کا ایک خانہ ساز کھلونا بن کر رہ گیا۔ جبکہ (عالمِ) اسلامی میں اس کا غلغلہ بلند تھا۔ لیکن) خود ندوہ کے ارباب حل وعقد کا یہ حال تھا کہ اصلاح کے نام پر تبرا بھیجتے تھے اور ان کے نفوس مفسدہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گروہ اصلاح ودعوت کے عمل صالح اور اقدام صحیح کا الد الخصام نہ تھا....

"متضاد صورتوں اور متخالف حقیقتوں کا شاید ہی کوئی ایسا تحیر انگیز اجتماع ہو گا جیسا کہ بدبخت ندوۃ العلماء تھا.... ایک طرف تو ندوہ کی ظاہری مصلحانہ صورت تھی۔ جس کی زبان پر ہر وقت اصلاح اور عمل کا ورد جاری تھا۔ اس کی صدائیں قسطنطنیہ پہنچتی تھیں .... لیکن دوسری طرف جب... پردہ اُٹھتا تھا۔ اور... باطن سامنے آتا تھا۔ تو اسکی جماعت حل وعقد اپنے تمام آلاتِ مفسدہ اور اسلحہ باطلہ کے ساتھ جلوہ فروش ہوتی تھی اور ندوہ نبرد آزمائیاں فضیلت وتقدس میں کہ ہر مجاہد فخر کرتا ہے کہ اس کی سیف وغزا جس نے اصلاح وعمل کی کسی نہ کسی ایک ہستی کو عین اس کی پیدائش کے وقت ضرور ہی خاک وخون میں تڑپایا ہے۔" (ص۱۲)

(۵)

خلاصہ یہ کہ "امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد" جیسی شخصیت کے قلم سے بعنیہ مصلحانِ جنہیں آنحضرت الخ کی حیات تازہ بعد حیات زمام کہنہ تسلیم کرتی ہے۔ ... کی اکثریت مسئلہ اصلاح کی سخت مخالف ودشمن تھی۔ ندوہ میں فساد وفتن وشر نے نشو ونما پایا۔ مولانا شبلی نے اس بات کو قوم سے مخفی رکھا۔ اور ناجائز چشم پوشی اور باطل کی اعانت کی اور فساد پر سکوت کیا۔ ندوہ کا نظام باطل وبدعت سے بدل دیا گیا۔ ندوہ اسلامی جماعت نہیں رہی۔ اسلام وقرآن سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ مفسدین جہل، فساد، اعمال سیئہ، حماقت اور شر عظیم منظر پر آئے۔ اور ان لوگوں نے بے جان لاش بنا دیا جس پر وہ گدھوں کی طرح پل پڑے تمام گروہوں کی اجتماعیت ختم کر دی گئی اور مفسدین ومضلین اس پر غالب آ گئے۔ اس کے ارباب حل آلاتِ مفسدہ اور اسلحہ باطلہ کے ساتھ نبرد آزما تھے۔

یہ ہے تصویر اس مجلس کی جو امت مسلمہ میں مرشدین کا گروہ پیدا کر کے ارشاد ودعوت کا سلسلہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ مہدویت ومسیحیت کو قبول نہ کیا جس کا مقصد وحید احیاء واشاعت دینِ اسلام تھا۔

انہی امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر حضور کے وصال پر اپنے قلم سے کھینچی جس کا کچھ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اس سے حضور کی قدر وقیمت اور کمال کا مرتبہ کا علم ہوتا ہے :-

" وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا.... دنیا سے اُٹھ گیا.... ایسے لوگ جن سے مذہبی اور عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں....

"مرزا صاحب کی اس رفعت نے .... ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے ... ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض ادا کرتے رہے ہیں ہمیں یہ مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے ..... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے.... اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان ... اپنے تصوروں کی پاداش میں تڑپ سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے یا نہ کر سکتے تھے

ایک طرف حملوں کی مدافعت کے لئے دنیا اسلام کی شمع کو ٹمٹا دینا چاہتی تھی.... کہ مخالفوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا"

"مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان رہنماؤں.... مگر ان وہ وکلام نہر کو ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی... آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام —— اپنے مولیٰ کے حضور!

محمد انعام غوری

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ۔
(سورۃ الجمعۃ ع ۱)

یعنی اے یہودیو! اگر تم اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو خدا کے دوست سمجھتے ہو تو اپنے لئے موت کی تمنا کرو۔ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ مگر یاد رکھو یہ لوگ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے (یعنی مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہوں گے) کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بُرے عمل کرنے والے ظالم جو یہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست اور اس کے محبوب ہیں، کبھی بھی اپنے لئے موت کی تمنا نہیں کر سکتے ——!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے ولایت اور ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے اس دعویٰ کی سچائی میں آسمانی، زمینی اور انفسی ہزارہا نشان دنیا کو دکھلائے۔ مگر اب بھی ایک دنیا آپ کو جھوٹا سمجھتی ہے۔ آپؑ نے اپنی صداقت کے ثبوت میں قرآنی معیار کے مطابق یہ دلیل بھی بیان فرمائی کہ اگر میں جھوٹا ہوتا اگر میں خدا پر افترا باندھنے والا ہوتا تو تمہاری مخالفتوں کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کاذب کو خود رگ جان سے پکڑ کر ہلاک کر دیتا اور اس کے مشن کو تباہ و برباد کر دیتا ——! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

نہ صرف یہ بلکہ آپؑ نے اس قسم کی بہت دفعہ دعائیں کی ہیں کہ اے خدا اگر میں تیری نظر میں کاذب ہوں تو مجھے اور میرے مشن کو تباہ کر دے۔ نمونے کے طور پر اسی مضمون کی چند ایک دعائیں ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ تاجن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے وہ سوچیں کہ کیا کوئی جھوٹا انسان بھی اپنے لئے اس قسم کی دعا کر سکتا ہے ——!!

—— (۱) ——

"اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کیلئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست!

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر قدوس حیّ و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے ... تو نے ہی اس چودہویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا "اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا۔" .... مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا (نعوذ باللہ اور بھی بہت کچھ کہا اور لکھا گیا جس کو پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ناقل) ..... ہر ایک ان میں سے جو بد زبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔ سو اے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں۔ .. .. لیکن اگر اے پیارے مولا میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحہ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں .... میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا۔ اور نہ ان کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ .... تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے۔ مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہتے۔ آمین ثم آمین

(المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ ص ۱۰۹ - ص ۱۱۵)

—— (۲) ——

اپنے منظوم کلام میں حضور علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حضور یوں دست بدعا ہیں:۔

اے قدیر و خالق ارض و سما
اے میرے قادر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے

اے رحیم و مہربان و رہنما
اے رحیم اور مہربان اور ہادی آقا

اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے میرے مولیٰ تو دلوں پر نظر رکھتا ہے

اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
اور وہ تیرے سامنے ہیں اور تجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
اگر تو دیکھتا ہے کہ میں فسق و شرارت سے بھرپور ہوں

گر تو دیدستی کہ ہستم بدگہر
اگر تو دیکھتا ہے کہ میں ایک بدطینت آدمی ہوں

پارہ پارہ کن من بدکار را
تو تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر کے ہلاک کر دے

شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
اور میرے مخالف گروہ کو میری اس حالت سے خوش کر دے

آتش افشاں بر در و دیوار من
میرے در و دیوار پر اپنے غضب کی آگ برسا

دشمنم باش و تبہ کن کار من
تو آپ میرا دشمن ہو کر میرے کاروبار کو تباہ کر دے

در مرا از بندگانت یافتی
لیکن میرے مولیٰ اگر تو نے مجھے اپنے بندوں میں پایا ہے

قبلۂ من آستانت یافتی
اور اپنے آستانہ کو میری توجہ کا قبلہ پایا ہے

با من از روئے محبت کار کن
تو میرے آقا میرے ساتھ وہ سلوک فرما جو تیری محبت کا نتیجہ ہے

اندکے افشائے آں اسرار کن
اور کسی قدر اس راز محبت کو جو میرے ساتھ ہے ظاہر فرما

(حقیقۃ المہدی)

ان دعاؤں کے بعد جو نتائج ظاہر ہوئے وہ دنیا کے سامنے ہیں۔ آپؑ کی عمر میں برکت دی گئی، آپؑ کی آواز کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا گیا، آپؑ کی صداقت کے ثبوت میں ہزارہا نشانات اللہ تعالیٰ نے دکھلائے۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

—— (۳) ——

اسی طرح ایک اور طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تجویز فرمایا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"ایک اور سہل طریق ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی سہل طریق نہیں .... اور وہ یہ کہ آپ لوگ محض خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اور اس امت محمدیہ پر رحم فرما کر بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں ایک جلسہ کریں۔ اس جلسہ میں جہاں تک ہو سکے معزز علماء اور دیندار جمع ہوں اور میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر ہو جاؤں گا۔ تب وہ سب یہ دعا کریں کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ شخص مفتری ہے اور تیری طرف سے نہیں ہے اور نہ مسیح موعود ہے اور نہ مہدی ہے تو اس فتنہ کو مسلمانوں سے دور کر اور اس کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچا لے .... اور پھر بعد اس کے میں دعا کروں گا۔ ...... کہ یا الٰہی! اگر یہ الہامات جو اس رسالہ میں درج ہیں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں جن کی رو سے میں اپنے تئیں مسیح موعود اور مہدی معہود سمجھتا ہوں اور حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دیتا ہوں تیرا کلام نہیں ہے اور میں تیرے نزدیک کاذب اور مفتری اور دجال ہوں جس نے امت خیریہ میں فتنہ ڈالا ہے اور تیرا غضب میرے پر ہے تو میں تیری جناب میں تضرع سے دعا کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر زندوں میں سے میرا نام کاٹ ڈال اور میرا تمام کاروبار درہم برہم کر دے اور دنیا سے میرا نام مٹا ڈال اور اگر میں تیری طرف سے ہوں .... تو اے قادر کریم ...... میری عمر میں برکت بخش اور آسمانی تائیدات نازل کر ...."

(اربعین نمبر ۴ ص ۲۷-۳۱)

اس تجویز کی نسبت آپؑ فرماتے ہیں:۔
"میں نے صرف اظہار حق کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے۔ اس میں کوئی جز مباہلہ کی نہیں جو کچھ ہے وہ میری جان اور عزت پر ہے۔ برائے خدا اس کو منظور فرمائیں۔" (ایضاً)

افسوس کہ اس یکطرفہ مقابلے کے لئے بھی کوئی "صادق" باہر نہ نکلا حالانکہ اس میں فریق ثانی کا کچھ نقصان نہ تھا ——!!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یہ عجب بدقسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
پر اترتا ہی نہیں ہے جام غفلت کا خمار

(۴)

جب مخالف یکطرفہ فیصلہ کے لئے بھی راضی نہ ہوئے اور نہ مخالفت اور ایذا دہی سے باز آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قوم کے نمائندوں کو دعوتِ مباہلہ دی تاکہ سچے اور جھوٹے میں قطعی فیصلہ ہو کر لوگوں کے لئے ایک واضح رستہ ملے۔ چنانچہ آپؑ نے بعنوانِ ذیل مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اے شک کرنے والو!
آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ!
اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ و غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب (ازالہ اوہام۔ ناقل) کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمنتُ باللّٰہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والبعث بعد الموت و اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہٗ۔ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا لست مسلماً واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔
اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزما لو۔ خدا کس کے ساتھ ہے۔"

الناصح
خاکسار غلام احمد قادیانی از لودھیانہ محلہ اقبال گنج
(ازالہ اوہام صـــ)

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین کو دعوتِ مباہلہ دی اور فرمایا:-

"اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی۔ (اور اب خدا کے فضل سے اس جماعت کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ ناقل) تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا .... اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں .... پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بددعا کروں .... لیکن اب میں بہت ستایا گیا اور دکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذاب اور مفتری سمجھا گیا۔ (نعوذ باللّٰہ من ذٰلک۔ ناقل) ....

سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ .... اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقامِ مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو میں لکھ چکا ہوں، اپنے ہاتھ میں لے کر میدانِ مباہلہ میں حاضر ہونگا اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی! اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افترا ہیں اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔ اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدائے علیم و خبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر....
.... اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔"

فریق ثانی کے لئے بھی ایسی ہی دعا تجویز کی گئی۔ آخر میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آج تک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلے کی طرف رخ ہی نہیں کیا تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔"
(انجام آتھم صـــ۶۷)

غرضیکہ ہر طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین پر اتمام حجت کر دی لیکن افسوس کہ نیک نیتی اور خدا ترسی اور انصاف کی راہ سے پورے شرائط کے ساتھ کوئی مقابلہ کیلئے نہیں آیا۔ اور کس کو اپنی زندگی عزیز نہیں۔ ایسی دعا تو وہی کر سکتا ہے جس کو اپنی صداقت کا پورا یقین ہو۔ ہاں اگر کوئی آپؑ کے مقابل پر آیا بھی تو اس کا وہی انجام ہوا جو صادقوں کے مقابلہ میں مخالفوں کا ہوتا ہے!

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا اور اس کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کرے گا جب تک میری سچائی دنیا پر ظاہر نہ کر دے۔ پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سنتے ہو خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ .... دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔ اے بندگانِ خدا کچھ تو سوچو، کیا خدا تعالیٰ نے جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے۔"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صـــ۱۱۸)

نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے خلاف دعا کی بلکہ مخالفین کو اجازت دی کہ وہ اپنے طور پر آپؑ کے لئے بددعا کریں ــــ لیکن چونکہ آپؑ کو اپنی صداقت اور من جانب اللہ ہونے پر کامل یقین تھا اس لئے تحدی کے رنگ میں فرمایا کہ یہ بددعائیں مخالفین ہی کے کام آئیں گی۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

"میں نصیحتاً للّٰہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بد زبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہونگا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہوں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں۔ اور کثرتِ گریہ و زاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی ....

مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو۔ اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔ آمین۔"
(ضمیمہ اربعین ع۳ و ع۴ صـــ۱۱۲-۱۱۶)

صد سالہ احمدیہ فنڈ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے فرمایا:
"صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ اسلام کا بہت بڑا منصوبہ ہے جس کی تکمیل کی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے کمزور کندھوں پر ڈالی ہے"۔

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ

تسبیح و تحمید، درود و استغفار کے پس منظر میں

از مکرم مظہر الحق صاحب جماعت احمدیہ کلکتہ

اسلام ایک ایسا کامل مذہب ہے جس نے تغیرات زمانہ اور انسان کے ذہنی ارتقاء کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی چھوٹی چھوٹی تعلیموں میں بھی نکتوں کے خزانے پوشیدہ رکھے ہیں اور کسی متلاشی حق پر حکمتوں کے دروازے جب کھلتے ہیں تو ایک طرف تا قدانہ انداز فکر رکھنے والوں کو حیران و ششدر کر دیتے ہیں تو دوسری طرف مومنوں کی تسلی اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم دو چھوٹے چھوٹے کلمے ہیں لیکن ان کی اہمیت بے پایاں ہے۔ بلکہ اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو درحقیقت ان چھوٹے چھوٹے دو فقروں میں ہی آج اسلام کی زندگی کا راز پنہاں ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر اسلام بھی ایک مُردہ لاش کی طرح ہے جس کی بدبو اور سڑاند کی وجہ سے کوئی بھی اس کے پاس نہ پھٹکے اور مُردار خور اس کے مُردہ جسم کو نوچ نوچ کر کھا جائیں۔

تسبیح اور تحمید کے دو کلمے اپنے مفہوم اور مطلب کے اعتبار سے اس قدر اہم ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن" (بخاری)

یعنی دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر تو بہت ہی ہلکے ہیں مگر وزن میں بہت بھاری اور رحمٰن خدا کو بڑے محبوب ہیں۔ یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم ہیں۔ (ترجمہ) پاک ہے اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ، پاک ہے اللہ اور بڑی عظمت والا ہے۔

اس کی اہمیت کا مزید اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر بھی الہام کیا "سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صلے علی محمد وآل محمد" (تذکرہ صفحہ نمبر ۲۲)

اسلام میں ہر تعلیم کے دو پہلو ہیں اوّل ظاہر دوم باطن۔ یوں کہیئے کہ ظاہر کا تعلق ایمان سے اور باطن کا عمل سے ہے بلحاظ دیگر ظاہر چھلکا ہے تو باطن مغز۔ اگرچہ یہ دونوں ضروری ہیں لیکن باطن حقیقی چیز ہے۔ دنیا کی ہر چیز میں ہمیں ظاہر و باطن کے دونوں پہلو کسی نہ کسی رنگ میں ضرور نظر آئیں گے۔ مگر اصل چیز بہر حال مغز ہے چھلکا نہیں۔ اس نکتہ نظر کو سامنے رکھکر تمام اسلامی تعلیمات کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو ہر تعلیم میں ہمیں باطن کا عملی پہلو ضرور مخفی نظر آئیگا جو حقیقی چیز ہے۔ مثلاً کلمۂ توحید ہے جو اسلامی عقائد کی بنیادوں میں سے ایک ہے، جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا وہ شخص ضرور جنت میں جائیگا۔ مگر کیا یہی کلمہ اگر کوئی پکا کافر اور دشمن اسلام بھی منافقت سے کہہ دے تو وہ جنت میں چلا جائیگا؟ فی الحقیقت اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی دوسرے پر نہیں بلکہ خود اپنے نفس پر یہ نہ ثابت کر دے کہ عملی زندگی میں بھی اللہ تعالےٰ ہی اس کا معبود حقیقی ہے اور بڑی سے بڑی اور کڑی سے کڑی آزمائش اور ابتلاء کے وقت بھی وہ عملاً ثابت قدم رہتا ہے اور اپنی نفسانی خواہشوں کا عبد نہیں بن جاتا۔ اسی طرح "محمد رسول اللہ" پر ایمان لانا بھی صرف زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر پہلو سے عمل کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسوہ حسنہ بنانے کا عملی ثبوت دے اور یہی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کا حقیقی مفہوم ہے۔

اس کے علاوہ تمام الہامی دعاؤں میں بھی یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ درحقیقت ہر دُعا عمل بھی چاہتی ہے۔ جو دُعا کی روح اور اصل ہے۔ قرآن کریم کی مشہور دُعا

"ربّنا اٰتنا فی الدّنیا حسنۃً وّ فی الاٰخرۃ حسنۃً وّ قنا عذاب النّار" (البقرۃ ع ۲۵)

کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اور "ربنا" کے تعلق سے یہ دعا تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں مفید ہے۔ اکثر ترقی یافتہ قومیں اس دعا کے پہلے حصہ پر عمل کر کے فائدہ بھی اٹھا رہی ہیں۔ جیسا کہ۔ اس سے قبل کی آیت کریمہ میں فمن النّاس من یّقول ربّنا اٰتنا فی الدّنیا وما لہٗ فی الاٰخرۃ من خلاق۔ کی تنبیہ موجود ہے کہ وما لہٗ فی الاٰخرۃ من خلاق۔ انکا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اٰتنا فی الدّنیا کے ساتھ وفی الاٰخرۃ حسنۃً وّ قنا عذاب النّار کی دعا نہیں کرتے۔ یعنی اس رنگ میں عمل نہیں کرتے جو کہ انہیں حسنات دنیا کے ساتھ حسنات الاٰخرۃ بھی ملے۔ اگر محض زبانی دعا سے ہی حسنات مل جایا کرتے تو کوئی نادان اور بدقسمت ہی ہوگا جو خدا تعالیٰ سے متاع دنیا تو مانگے مگر حسنات آخرت کے لئے زبان تک نہ کھولے۔

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اصل چیز عمل ہے، محض قول کچھ چیز نہیں۔ لہٰذا اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم تسبیح و تحمید کے دو چھوٹے چھوٹے فقروں پر غور کریں اور ان میں پوشیدہ حسین اشاروں سے عملی پہلو کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

اسلام کا خدا ہماری طرح کا کوئی انسان نہیں کہ جس کا جسم ہو اور اس میں کوئی غلاظت یا نجاست لگی ہو جس کے لئے اُسے الہام کے ذریعہ اپنی صفائی پیش کرنی پڑے کہ سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم۔ لہٰذا "اللہ پاک ہے" کا مفہوم کچھ اور ہے، ورنہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کمزوریوں سے پاک ہے۔ لیکن محض کمزوریوں سے پاک ہونا بھی کوئی بڑی خوبی نہیں۔ بلکہ یہ ایک منفی خوبی ہے اور ایسی ہی بات ہے کوئی یہ کہے کہ "میں گناہ نہیں کرتا"۔ اب گناہ کا نہ کرنا تو ایک اچھی بات ہے مگر اصل تعریف کی بات تو تب ہوگی کہ کوئی کہے کہ میں گناہ تو نہیں کرتا مگر نیکیاں کرتا ہوں۔ اور چونکہ نیکیاں کرنا ایک مثبت خوبی ہے، اس لئے یہ حقیقی تعریف کی بات ہوگی۔ اسی لئے صرف سبحان اللہ نہیں کہا گیا بلکہ وبحمدہٖ بھی فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات نہ صرف یہ کہ ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے بلکہ وہ جمیع صفات حسنہ کاملہ کا مالک بھی ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو نصیحت اور تاکید کی

"من قال سبحان اللہ وبحمدہٖ فی یوم مائۃ مرّۃ حطّت عنہ خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر" (بخاری کتاب الذکر)

فرمایا کہ جس نے دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہٖ کہا اس کے تمام گناہ مٹا دئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں۔

پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اللہ تعالیٰ نے تسبیح اور تحمید کو دوبارہ الہام کیا آخر کیوں؟ یہ کس بات کی طرف اشارہ ہے؟ کیا اللہ تعالےٰ کی پاک ذات میں کوئی کمزوری ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور کیا کوئی ایسی کمزوری ہے جس کے لئے اُسے اپنی پاکیزگی تکرار کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہو حتیٰ کہ مسلمانوں کو نہایت تاکید تعیّن کے ساتھ روزانہ سَو دفعہ یا کم از کم ۳۳ بار اس کی تسبیح کے کلمہ کا ورد کرنے کا حکم دیا جائے؟ یہ جاننے کے لئے کہ اس بارے میں قرآن کریم ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف ایک ایسی کمزوری منسوب کی گئی ہے۔ جو بہتان عظیم ہونے کے ساتھ خطرناک بھی ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو راہِ حق سے دور لے جانے والی اور گمراہ کرنے والی ہے۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے۔

"قالوا اتّخذ اللہ ولدًا" (کہف ع ۱)

خدا نے بیٹا بنالیا۔ اسی سراسر بہتان کی شدت کے متعلق فرمایا۔

"تکاد السّمٰوٰت یتفطّرن منہ وتنشقّ الارض وتخرّ الجبال ھدًّا ان دعوا للرّحمٰن ولدًا"

(سورہ مریم)

کہ اس کی شدت سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں۔ زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اس بات سے کہ بعض لوگ یہ دعویٰ کرنے لگیں کہ خدائے رحمٰن نے اپنے لئے ایک بیٹا بنالیا ہے۔

تو یہ وہ کمزوری ہے جو مشرکین اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم میں اس کا جواب ہے جو مسلمانوں کو عملی طور پر دلائل اور براہین کی تبلیغ کے ذریعہ دینے کے لئے کہا گیا ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا اللہ تو کمزوریوں سے پاک ہے اور بڑی ہی عظمت والا ہے۔

دوسری بڑی کمزوری جو منکرین حق کے غلط عقیدے کی وجہ سے بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے اب اور کوئی نبی نہیں بھیجے گا۔ یہ فاسد عقیدہ دنیا کی ہر قوم میں ان کے علماء نے پھیلایا ہے چنانچہ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہی عقیدہ راسخ ہوگیا کہ خاتم النّبیین

کہہ کر اللہ نے اب نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ اور اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہ السّلام کا زمانہ پانے کی خواہش اور انکی رفاقت کے لئے تڑپ ایک فطری چیز ہے جو ہر مذہب و ملت کے ماننے والوں میں پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں بھی۔ ہندوؤں میں بھی عیسائیوں میں بھی۔ اور دیگر مذاہب والوں میں بھی۔ کیا ایک ہندو جب اپنی مذہب کی کتابوں میں شری کرشن جی اور رامچندر جی مہاراج کے واقعات پڑھتا ہے تو اس کے دل میں کبھی یہ سوال نہیں ابھرتا کہ بھگوان نے صرف پچھلے زمانے میں ہی ایسے مہاپُرش بھیجے آخر ہمیں کیوں محروم رکھا۔ ......؟ کیا اُس کے دل میں کبھی بھی یہ خواہش پیدا نہ ہوئی ہوگی کہ اے کاش بھگوان اُسے اُن مہاپُرشوں کے زمانے میں جنم دیتا تا اُسے بھی ان کے درشن ہو سکتے ان کی صحبت میسر آجاتی۔ کیا ایک عیسائی کے دل میں کبھی یہ خواہش پیدا نہیں ہوگی کہ اے کاش وہ یسوع مسیح کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوتا اُسے اس کے مہربان آقا کا دیدار ہوتا اور انکی صحبت سے فیضیاب ہوتا۔ کیا ایک مسلمان جب اپنے پیارے آقا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے واقعات پڑھتا ہے یا آپکے صحابہؓ کبار اور اپنے اسلاف کے کئی شاندار کارنامے سنتا ہے تو کیا کبھی بھی اس کے دل کے کسی گوشے میں یہ خواہش اور تڑپ نہیں جاگی ہوگی کہ اے کاش! اللہ تعالےٰ نے اُسے بھی اس مبارک عہد میں پیدا کیا ہوتا تاکہ وہ اپنے محبوب آقا کے اک ادنیٰ اشارے پر قربان ہو جاتا یا کم از کم آپ کو دیکھ سکتا حضور سے برکت حاصل کر سکتا یا پھر آپ کے صحابہ کرام کو ہی دیکھ سکتا یا آپ کے خلفاء میں سے ہی کسی کو پا سکتا۔ تو یہ فطری خواہش ہے۔ اور انسانی ضمیر کی آواز ہے جس کی ترجمانی ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی اِن الفاظ میں کیا ہے:-

"وہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اگر کوئی نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گُدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں، مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں۔"
(ترجمان القرآن ۱۹۳۶ء صفحہ نمبر ۱)

لیکن جب نبی چاہنے کا فطری جذبہ کسی کے دل میں پیدا ہوگا اور جب ایسا انسان خود کو ختم نبوت کی اُلجھن میں پھنسا ہوا پائے گا تو اس کے دل میں یہ سوال بھی فطری طور پر ہی پیدا ہوگا کہ وہ پاک سلسلہ نبوت جو پہلے ہر قوم میں جاری تھا اس زمانے میں کیوں بند ہے؟ کیا انسان اب ہدایت کا محتاج نہیں رہا یا اس دنیا کا مالک اب ہدایت دینا نہیں چاہتا اور بنی نوع انسان کو حسرت کے اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا خدا کو بھی کوئی مجبوری ہے ......؟

یہی وہ دوسری بڑی کمزوری ہے جو بالواسطہ اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے جس کا جواب اللہ تعالےٰ نے سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم میں دیا ہے۔

جب کوئی دُعا یا تسبیح الہامی طور پر اللہ تعالےٰ اپنے کسی نبی یا اپنے مامور کو سکھلاتا ہے تو دراصل اس میں درپردہ اس نبی کی اُمت کا یا اس کے مامور کی جماعت کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے تسبیح وتحمید اور درود شریف کا بذریعہ الہام نزول ہوا۔ اور آپ نے پھر آپ کے صحابہؓ اور سلفِ صالحین نے اس پر کس طرح عمل کیا تاریخ اسلام اسکی شاہد ہے۔ پھر آپ نے اپنی اُمت کو بھی جن الفاظ میں ان الہامی دعاؤں پر عمل کرنے کی نصیحت فرمائی اس حدیث کا ذکر اوپر ہو چکا ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں دوبارہ وہی تسبیح وتحمید اور درود کا الہام حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر بھی ہوا اور ایسا ہونا اس کی اہمیت کی طرف ہی اشارہ ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تسبیح و تحمید اور درود شریف کی طرف ہماری توجہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی دلائی تھی اور فرمایا تھا کہ آئندہ ۲۵ سال کا عرصہ جماعت احمدیہ کے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے ہمیں نہایت کثرت کیساتھ اللہ تعالےٰ کی تسبیح اور تحمید کرنی چاہیئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے بعد ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی تسبیح وتحمید اور درود واستغفار کو اتنی اہمیت دی ہے کہ جماعت احمدیہ کے صد سالہ جوبلی منصوبہ کا ایک لازمی روحانی حصّہ قرار دیا ہے۔ گویا حضور نے نفلی عبادات۔ تسبیح وتحمید۔ اور درود واستغفار کے پانچ ستونوں پر احمدیہ صد سالہ جوبلی منصوبہ کی بنیاد رکھی ہے۔

چنانچہ اسکی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے انگلستان میں جماعت احمدیہ کے گیارہویں سالانہ جلسہ کے اختتام پر جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کا پہلا بنیادی پہلو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی اتنی حمد کریں اور شکر کریں کہ خدا تعالےٰ رجوع بہ رحمت ہو کر نئی صدی میں ہمیں پہلے سے کہیں بڑھکر فضلوں رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا چلا جائے اس طرح اسلام کے موعود غلبہ کو منصّۂ شہود پر لے آئے۔ اس لئے میں نے ان پندرہ سالوں کے لئے تسبیح وتحمید، دعاؤں و نوافل کا ایک روحانی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا ہے۔"
(اخبار بدر ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

پس "سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صلّے علیٰ محمد وآل محمد" کے الہام میں دراصل امت محمدیہ کو اور خصوصًا جماعت احمدیہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ قومیں جو "قالوا اتخذ اللہ ولدًا" اور "ان اللہ ھو المسیح ابن مریم" کا فاسد عقیدہ رکھتے ہیں اُن پر واضح کیا جائے کہ اولاد کا ہونا کمزوری کی علامت ہے اس لئے کہ اولاد تو وہ پیدا کرتے ہیں جو مر جائیں گے اور اللہ تعالےٰ نے چونکہ مرنا نہیں ہے اس لئے اس کو اولاد کی ضرورت نہیں اسکا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا وہ اس کمزوری سے پاک ہے یہ ہے سبحان اللہ کا مفہوم۔ اور وہ لوگ جو مسیح ابن مریم کو خدا مانتے ہیں۔ اُنکو یہ بتانا ہے اور دلائل سے ان پر ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰؑ تو مر چکا ہے اور جو مرگیا وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا تو وہ ذات ہے جس نے مسیح کو بھی پیدا کیا اور تم سب کو بھی خدا کبھی نہیں مریگا وہ حیّ و قیوم ہے۔ وہ خود قائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھتا ہے اور بڑی تعریفوں کا مالک ہے یہ ہے وبحمدہٖ کا مفہوم۔ پھر مزید یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ میں جو صفات بھی پائے جاتے ہیں اس میں کسی قسم کی کمی یا کمزوری نہیں ہے بلکہ وہ تمام صفات بڑی عظمت والے ہیں (سبحان اللہ العظیم)

الہام کے دوسرے حصّے میں اللّٰھم صلّی علیٰ محمد وآل محمد میں آلِ محمدؐ سے مراد حضرت مسیح موعود اور انکی جماعت ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی خاندان کے افراد ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دعا کی تھی اور انکی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے انکی ذریت میں انبیاء پیدا کئے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا اللّٰھم صلے علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعثت ہوئی جن کی نبوت ظلّی تھی اور قرآن کریم کے وعدہ "ومن یطیع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم" کے طفیل تھی۔ اسی طرح آل محمد کو چاہیئے کہ وہ سست نہ ہوں بلکہ اللّٰھم صلے علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ پر عملی طور پر قائم رہیں اور شدت کے ساتھ قائم رہیں تا وہ موعود غلبہ جو اسلام اور احمدیت کے ذریعہ مقدر ہے جلد آجائے۔

اللّٰھم صلّے علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد وبارک وسلم۔

اخبارِ قادیان

• — قادیان۔ مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر نے مورخہ ۱۱ر نومبر کو اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کا عقیقہ کیا اور سنّت نبویؐ کے مطابق گوشت احباب کے گھروں میں تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور بچے کو عمر دراز کرے آمین۔

• — قادیان مورخہ ۱۰ دسمبر مکرم محمد موسیٰ صاحب ابن مکرم چوہدری محمد خضر صاحب کی شادی خانہ آبادی کی تقریب عمل میں آئی۔ مسجد مبارک میں بعد نماز عصر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے اجتماعی دُعا کرائی بعدہٗ برات مکرم حکیم الدین صاحب کے گھر پہنچی جہاں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اجتماعی دُعا کرائی اور قبل از نماز مغرب رخصتانہ عمل میں آیا۔

• — قادیان مورخہ ۱۱ر دسمبر مکرم مرزا محمد حکیم صاحب نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ۲۵۰ درویشان کو مدعو کر کے انکی ضیافت کی۔

• — قادیان مورخہ ۱۲ر دسمبر مکرم مبارک احمد صاحب بٹ نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ۱۵۰ درویشان کو مدعو کر کے انکی ضیافت کی۔

• — قادیان مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۰ بجے صبح مسجد اقصیٰ میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے نمازِ عید پڑھائی اور روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا اور احبابِ جماعت کو عید کی مبارک یاد دیتے ہوئے قربانی کی اہمیت اور اس کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کرنے کی تلقین فرمائی بعدہٗ جملہ احباب باہم بغلگیر ہوئے، اور عید کی مبارک باد دی۔

• — جلسہ سالانہ کی آمد آمد ہے سرینگر۔ کشمیر۔ مارشیس وغیرہ مقامات سے بعض احباب عید الاضحیہ سے ایک دن قبل دارالامان پہنچکر قادیان میں نمازِ عید ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اسلام میں عورت کا مقام

محترمہ حنیفہ [illegible]

عورت کی حیثیت اور اس کے مقام کے بارہ میں اس وقت دو قسم کے لوگ ہیں :-

اول :- ایک طبقہ اس بات کا حامی ہے کہ عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں عورت کو ہر شعبہ زندگی میں مرد کے دوش بدوش چلنا چاہیئے کوئی وجہ نہیں کہ عورت مرد سے فروتر ثابت ہو اور ایسے کام نہ کر سکے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مرد تو کر سکتے ہیں عورت نہیں کر سکتی چنانچہ اس خیال کے تحت اس وقت یورپ میں بڑی سرعت کے ساتھ عورت کو آگے لایا جا رہا ہے وہ تمام قسم کے کاموں میں مرد کا مقابلہ کرنے لگی۔ دفتر میں کلرک ہے تو کارخانہ میں محنت کش سائنسی لیبارٹری میں ریسرچ سکالر ہے تو کھیتی باڑی میں ملکی معیشت بڑھا رہی ہے حتیٰ کہ زمین سے اڑ کر خلا کو سر کرنے میں عورت نے مرد کا خوب مقابلہ شروع کر دیا ہے۔!!

اس کے برعکس دوسرا طبقہ عورت کی کسی انفرادی حیثیت کا سرے سے قائل ہی نہیں۔ اس کے نزدیک مرد سے علیحدہ عورت کی کچھ حیثیت نہیں۔ عورت زندگی کے کسی شعبہ میں دخل دینے کے قطعی ناقابل ہے۔ باوجود خاوند کے ساتھ دکھ درد میں ہر طرح شریک ہونے کے اور مصیبت کے وقت اس کی خاطر راتیں بیدار رہ کر گزار دینے کے' وہ کسی طرح کی مراعات کے قابل نہیں بلکہ ذرا سے قصور پر پرانے جوتے کی طرح اتار پھینکی جا سکتی ہے۔ ان کے نزدیک گویا عورت کی زندگی کا تمام تر مقصد یہی ہے کہ گھر کی چار دیواری میں مقید رہ کر مرد کے اشاروں پر چلے اور ہر طرح کا دکھ درد سہہ کر اُف تک نہ کرے اور ہر آن مرد کی اطاعت گزار بنی رہے !!

ان دو قسم کے متضاد بلکہ بہت حد تک تکلیف دہ خیالات سے ہٹ کر ایک تیسرا نگر نہایت معتدل اور حکیمانہ خیال اسلام کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جو عورت کے فطری مقام اور اندرونی جذبات کے عین مطابق اور اس کے صحیح مقام کو پہنچانے میں ہر طرح کے افراط و تفریط کے خیالات سے بکلی مبرا ہے۔

اسلام کے پیش کردہ نظریہ کے تحت عورت انسانی سوسائیٹی کا اہم جزو ہے۔ اس کا اپنا مخصوص اور اونچا مقام ہے جو روزِ پیدائش سے لے کر بڑھاپے کی آخری عمر تک نہایت درجہ محبت و شفقت اور عزت و احترام سے دیکھی جانے کے لائق ہے۔

اسلام [illegible] کے نیچا [illegible] کی سخت مخالفت کرتا ہے [illegible] ہر شعبہ زندگی میں عورت کو خواہ مخواہ گھسیٹنا یا [illegible] اس کا نام مساوات رکھتے ہیں [illegible] چیز کا نام نہیں کہ کسی طبقہ کے فطری صفات کو اصلاً نظر انداز کر کے دوسرے طبقہ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ بلکہ ہر طبقہ کے لئے اپنے اپنے دائرہ میں بغیر کسی بیرونی دباؤ یا مزاحمت کے ترقی کرنے کے بزرگ مواقع بہم پہنچانا اصل مساوات ہے۔

عورت و مرد کے اندرونی اور بیرونی جسم کی بناوٹ ہی ظاہر کرتی ہے کہ قدرت نے ان کے لئے الگ الگ دائرہ عمل بنایا ہے ورنہ ان کے جسم کی ساخت میں ایسا نمایاں فرق نہ ہوتا۔

عورت کی جسمانی ساخت کے نمایاں فرق کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ اپنی بعض مخصوص صفات کے لحاظ سے پیدائش اور اولاد کی عمدہ تربیت گھر کا اصلی انتظام وغیرہ قسم کے سارے کاموں کے لئے فطرتاً عورت ہی موزوں ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے آدمیوں کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شہرت اور ناموری کی بنیاد اصل میں ماں کی عمدہ تربیت میں ہی رکھی گئی ہے۔

اس لئے جس طرح عورت کے ان فطری صفات سے انکار ممکن نہیں اسی طرح ان فطری امور کو چھوڑ کر عورت کا دوسرے مشاغل میں حصہ لینا بھی ایسی بڑی غلطی ہے جس سے قوم و ملک کا رُخ بجائے ترقی کے تنزل کی طرف ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے کہ جب اعلیٰ تربیت یافتہ بچے نہ ہوں گے تو قوم و ملک کے لئے صحیح معنوں میں قربانیاں کرنے والے بہت کم پیدا ہونگے بیشک عورت سے متعلق تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد عورتیں اگر مردوں کا ہاتھ بٹائیں اور دوسرے مشاغل زندگی میں حصہ لیں تو یہ ان کے لئے قابل تعریف ہے۔ لیکن محض مرد کی برابری کرنے کے خیال سے اپنے واجبی فرائض کو ترک کر دینا قدرت اور فطرت کا مقابلہ کرنا ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ۔!

اسلام نے اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ عورت کو عزت و احترام کا جو اونچا درجہ اور بلند مقام دے رکھا ہے وہ قرآن کریم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ :-

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

(اس) آیت کریمہ میں عورت مرد کو ایک دوسرے کا لباس کہہ کر عورت کے وجود کو مرد کے لئے کسقدر اہم قرار دیا گیا ہے اور اس کے نتیجے کو کتنا اونچا درجہ دیا گیا ہے۔ لباس کی پُرلطف تشبیہ کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جس طرح انسان کا لباس اسے سردی گرمی سے بچاتا ہے اس کی برہنگی کو ڈھانپتا ہے وہ اس کے لئے زینت اور جمال کا ذریعہ ہے۔ یہی حالت عورت اور مرد کے باہمی تعلقات میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مراد یہ کہ :-

(۱) جس طرح لباس دھوپ اور سردی کے ضرر سے انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ عورت مرد کا باہمی تعلق ایک دوسرے کو بدی سے بچاتا ہے۔

(۲) طبعی طور پر انسان چاہتا ہے کہ زندگی میں اس کا کوئی غمگسار اور محرم راز ہو تنہا انسان اس آدمی کی طرح ہے جس کا بدن کپڑوں سے خالی ہو۔ یہ عورت ہی ہے جو مرد کے لئے غمگسار اور محرم راز بن کر اس کی برہنگی کو دور کرتی ہے اور اپنے وجود کے ساتھ مرد کے لئے راحت اور تسکین کے سامان کرتی ہے۔

(۳) اسی طرح مرد کے لئے عورت کا وجود دونوں کے لئے زینت اور زیبائش کا موجب بنتا ہے۔ کیونکہ تنہائی کی بے مزگی کو دور کر کے گھر کی رونق کو دوبالا کرنے والی یہ عورت ہی کی ذات ہے جسے بجا طور پر کلام الٰہی میں مرد کے لئے لباس کے قابل قدر الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔!

یہ ہے عورت کے بارہ میں اسلام کا پیش کردہ بلند نظریہ اور انسانی سوسائیٹی میں عورت کا اہم مقام !!

بچپن کے زمانہ میں اگر عورت کے صرف والدین اس سے محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں تو جب وہ جوان ہو کر ایک دوسرے گھر کو آباد کرتی ہے اس کی قدر و منزلت میں قانونی طور پر یوں اضافہ ہوتا ہے کہ عقد نکاح کے وقت ہی حق مہر کے ذریعہ عورت کو ایک مستقل جائیداد اور مخصوص مال کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی شوہر کو اس کے ساتھ حُسن معاشرت کی تاکید کر دی جاتی ہے کہ :-

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ

تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

اسلام کے نزدیک اب عورت اس گھر کی رانی ہے اسے خانگی معاملات میں پوری آزادی ہے۔ خاوند کو مشورہ دے گی اس کے مال و دولت کی حفاظت کرے گی۔ اور خاوند اس کے نان و نفقہ اور دوسری جملہ ضروریات کا متکفل ہو گا۔

شادی کے بعد اگر خدانخواستہ میاں بیوی کی باہم ناچاقی ہو جاتی ہے اور دونوں کا ایک ساتھ نباہ ممکن نہیں تو اسلام نے عورت کو طلاق لینے کا پورا پورا حق دیا ہے جسے اسلامی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں تا عورت کی زندگی ہمیشہ کے لئے اجیرن بن کے نہ رہ جائے اسی طرح قانونی طور پر عورت کے لئے وراثت کا حق تسلیم کیا گیا ہے اور مختلف حالتوں میں اس کے لئے الگ الگ حصص کی تعیین کر دی گئی ہے تا صنفِ نازک کو کسی طرح کا نقصان نہ ہونے پائے ---!!

پھر شادی کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے عورت کی عزت و احترام میں ایک بہت بڑے باب کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسلام بچوں کے سامنے ماں کو عزت و احترام کے بہت اونچے مقام پر پیش کرتا ہے ہر دم ماں کی اطاعت و فرمانبرداری کی تاکید کرتا ہے۔ عمر بھر اس کی خدمت بجالانا فرض قرار دیا ہے حتیٰ کہ :-

الجنۃ تحت اقدام الامہات

کہہ کر جنت کو ماؤں کے قدموں میں بیان کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نمونہ بڑا ہی شاندار ہے اگرچہ آپ کے والدین بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے لیکن آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کی نسبت عزت و احترام کا جو عملی نمونہ حضورؐ نے دکھایا وہ بڑا ہی قابل قدر اور لائق تقلید ہے

روایات بتاتی ہیں کہ جب بھی آپ کے پاس آپ کی رضاعی والدہ آتیں تو انہیں آتا دیکھتے ہی آپ بے تاب ہو جاتے اور میری ماں! میری ماں! کہہ کر بڑی تعظیم سے ان کے لئے چادر بچھا دیتے۔ اور رخصتی کے وقت حسب توفیق مالی خدمت بھی کرتے ---!!

اسلام نے ماں کو بھی وراثت کا حقدار قرار دیا ہے اور مختلف حالتوں میں ماں کو چھٹے حصے سے تیسرے حصے تک کا حق مقرر کیا ہے

اسلام نے اگر ماں کی تعظیم و تکریم کا ایسا بلند مقام بخشا ہے تو اولاد کی اعلیٰ تربیت و نگہداشت کی اہم ذمہ داری بھی اسی پر ڈالی ہے۔ اسلام نے اس نقطہ کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے کہ دہی قومیں ترقی کی بام عروج پر پہنچتی

ہیں جن کی مائیں اپنے نونہالوں کی اچھی ڈھنگ سے تربیت کریں۔ اور اپنی گود ہی سے ان کو اعلیٰ اخلاق واطوار میں ڈھالنے لگیں چنانچہ ماؤں کے قدموں میں جنت کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ قومی جنت یعنی اس کی ترقی اور عروج ماؤں کے قدموں میں یعنی ان کی تربیت یافتہ اولاد کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ جسے تمام مسلم خواتین نے ہمیشہ یاد رکھا۔

جہاں تک عورت کے واجبی حقوق کا تعلق ہے ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورت کو وہ حقوق دئے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں عورت کو ابھی تک پوری طرح حاصل نہیں۔ درحقیقت عورت نے اسلام کی گود میں آکر ہی جانا ہے کہ وہ بھی انسان ہے اسے کو بھی اپنی زندگی پر پورا حق ہے اس کا احساس خودی، بیدار ہوا۔ مسلمان عورتوں کے کارناموں سے تاریخ کے صفحات جگمگا رہے ہیں:۔

○ — انہوں نے لڑائی کے میدان میں زخمیوں کی نرسنگ کی۔

○ — اپنی پُرجوش تقریروں سے لڑنے والے مجاہدوں کو ہمت دلائی اور ہر طرح سے ان کی مدد کی۔

○ — بچوں کی اعلیٰ تربیت کرکے انہوں نے بےشمار نامور پیدا کئے اور ہمیشہ کے لئے دنیا میں شہرت پائی۔

○ — علومِ دنیا میں وہ کمال حاصل کیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا: نصف دین عائشہؓ سے سیکھیں

○ — مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شعر و ادب اور علم و فضل میں بڑا نام پایا۔

الغرض یہ اسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ عورت کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر اسے علم و ادب کی شمع بنا دیا۔ وہ لڑائی کے میدان کی سپاہی بھی۔ اور عالم بھی، شاعرہ بھی بایں ہمہ وہ اپنے باپ کی نیک بیٹی اور بھائی کی اچھی بہن، شوہر کی غمگسار بیوی اور بچوں کی سلیقہ شعار اور محبت کرنے والی ماں بھی!!

اسلام کے دنیا میں جلد ترقی کر جانے کا راز یہی ہے کہ اس کے پھیلانے والے نے پہلے عورت کو اس کا اصل مقام دیا۔ صنفِ نازک کی ہمدردی اس کی بُری حالت کو سُدھارا۔ اور بار بار عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی اسی طرح عورت کو اپنی خودی کا احساس ہوا اور جب مسلم عورت کو کام کرنے کا موقعہ ملا تو اس نے وہ کچھ کر دکھایا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

یہ مضمون نامکمل رہے گا اگر اس موقع پر اسلامی پردہ کے متعلق بیان نہ کیا جائے۔ سو واضح ہو کہ اسلام نے جو عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ حکم بھی عورت کے قابلِ قدر بلند مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ دنیا میں جس چیز کو زیادہ قابلِ قدر سمجھا جاتا ہے اس کی نسبتاً زیادہ حفاظت کی جاتی ہے اور اسے تمام لوگوں کی نظروں سے بچا کر رکھا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال عورت کا ہے عورت کا سب سے زیادہ قیمتی جوہر اس کی عصمت اور پاکدامنی ہے۔ اس کی فطرت میں پایا جانے والا شرم و حیا کا مادّہ اس کے لئے ایک قیمتی زیور ہے جس کی حفاظت کے لئے اسلام نے پردہ کا بابرکت طریق جاری فرمایا۔ چنانچہ اس کی رعایت نہ رکھتے ہوئے آج یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بھیانک تصویر سب کے سامنے ظاہر ہو رہی ہے۔

ہر کام میں عورت کو مرد کے برابر قرار دینے کا نعرہ جو مغربی تہذیب اس زمانہ میں بلند کر رہی ہے۔ بظاہر بڑا دلآویز معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً یہ نعرہ ہی صنفِ نازک کو اس کے اصل فطرتی بلند مقام سے نیچے گرا دینے والا ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے عورت اور تو سب کچھ بن گئی مگر عورت نہ بن سکی ——— حالانکہ عورت کا حُسن اور اس کی خوبی تو اس کے مخصوص خلقی اوصاف کے اجاگر ہونے سے ظاہر ہوتی ہے۔ جسے موجودہ زمانہ کی نام نہاد آزادی نے پسِ پشت ڈال دیا مگر اسلام نے جو انسان کی فطرت کی صحیح ترجمانی کرنے والا دین ہے اور اس کے فطری تقاضوں کو پورا کرتا ہے عورت کو اس کا اصل مقام دیا۔ اور وہ یہی ہے کہ عورت عورت بن کر رہے اپنے ہی دائرہ نسوانیت میں رہتے ہوئے وہ اپنے باپ کی چہیتی بیٹی ہے۔ بھائی کی جاں نثار بہن ثابت ہو۔ شوہر کی فرمانبردار غمگسار بیوی بن کر دکھائے اور بچوں کی مشفق ماں اور اعلیٰ درجہ کی مربیہ اس کی گود میں قوم کے نونہال اعلیٰ اخلاق اور بہتر کردار سے پرورش پائیں اور اس طرح عورت کا وجود انسانی معاشرہ میں ایسا ضروری پُرزہ ثابت ہو جو ضرورت و اہمیت کے لحاظ سے اپنے محل اور مقام میں نہایت موزوں اور مناسب ہو!

پس یہی وہ بلند مقام ہے جو اسلام نے عورت کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسی بلند مرتبہ پر پہنچنے کی ہر مسلم خاتون کو کوشش کرنی چاہیئے اور اسی کی طرف دنیا کی تمام خواتین کو دعوت دی جاتی ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

انسانی فطرت کو چونکا دینے والے دس انعامات

بقیہ صفحہ (۸)

ساتواں انعام دس ہزار روپے کا

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے جب مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ دنیا کے سامنے پیش کیا تو تمام مذاہب کے نمائندگان کو رُوحانی مقابلہ کی بار بار اور پُرزور دعوت دی اسی سلسلہ میں حضور ایک انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی یا آریہ یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کے لئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے اگر وہ اُمورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو دس ہزار کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا۔ یا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا"

(آئینہ کمالات اسلام ۲۷۵)

؎ آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
(مسیح موعودؑ)

آٹھواں انعام

سیدنا حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ السلام نے اس وقت دعویٰ ماموریت پیش کیا جب عیسائی قوم دنیا پر چھائی ہوئی تھی اور مسلمان بھی خدائی صفات مسیح کی طرف منسوب کر رہے تھے اس لئے مسیح کی الوہیت کے سحر کرنے دنیا کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا حضور نے کسرِ صلیب کرتے ہوئے اس کا رد کیا اور سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا ثبوت اپنے وجود سے پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان رُوحانی فرزند ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے اعتبار سے بھی مسیح ابن مریم پر فوقیت عطا فرمائی۔ اس پہلو پر بھی حضور ایک ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں یہ حتمی وعدہ لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ عیسائی یا خواہ مخالف مسلمان میری پیشگوئی کے بالمقابل اس شخص کی پیشگوئیوں کو جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتے ہیں۔ صفائی اور یقین اور ہدایت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے تو میں اس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۴۲)

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

نواں انعام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آسمانی نشانوں کے اعتبار سے بھی عیسائیوں کو چیلنج دیا۔ کیونکہ اس اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح ابن مریمؑ پر حضور کو فوقیت عطا فرمائی اسی سلسلہ میں بھی حضور انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور خوارق العادت خوارق سے قوتِ ثبوت اور کثرتِ تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ان کو ایک ہزار روپیہ بطور انعام دوں گا۔ اور میں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلف نہ ہوگا" اشتہار ۲۸ر جنوری ۱۸۹۸ء

؎ پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نامِ احمد جس پہ میرا سب مدار
(مسیح موعودؑ)

دسواں انعام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نشان نمائی کا ایک عام چیلنج دے رکھا تھا۔ منشی اندرمن مُرادآبادی نے اس چیلنج کا امتحان کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا اس پر حضورؑ نے ۲۴۰ روپیہ بھی ان کو بھجوایا۔ لیکن منشی صاحب ڈر گئے اور لاہور سے بھاگ کر مُرادآباد چلے گئے حضور منشی صاحب کو انعامی چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ (منشی اندرمن مُرادآبادی) ایک سال تک قادیان میں ٹھہریں تو ضرور خداوندِ کریم اثباتِ حقیقتِ اسلام میں کوئی آسمانی نشان آپ کو دکھلائے گا۔ اور اگر اس عرصہ میں کوئی نشان ظاہر نہ ہو تو آپ ۲۴۰ نقد بطور حرجانہ یا جرمانہ آپ کو دیا جائے گا۔ اور اگر عرصہ مذکور میں کوئی نشان دیکھ لیں تو اسی جگہ قادیان میں مسلمان ہو جائیں چنانچہ ہم نے آپ کی تسلی کے لئے ۲۴۰ روپیہ ۴۴ نقد بھیج دیا ہے۔" (اشتہارات تبلیغ رسالت جلد اوّل)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی قسم کے اکتالیس انعامی چیلنج دے کر اس پہلو سے بھی مخالفین کو لاجواب کر دیا ہے اور حضور نے اپنی ... کے قریب نادر تصنیفات میں جو حقائق و معارف کے دریا بہائے وہ اس قدر بلند پایہ ہیں کہ قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ اور وہ کبھی بھی ختم نہ ہونگے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

؎ وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

احمدیہ کیلنڈر

نظارت دعوۃ و تبلیغ نے اس سال ۱۳۵۵ ہجری شمسی بابت ۱۹۷۶ء کا کیلنڈر دیدہ زیب، خوشنما، نہایت اعلیٰ کاغذ پر مختلف رنگوں میں شائع کیا ہے۔ بیت اللہ شریف میں حج کا منظر، مسجد احمدیہ واشنگٹن اور مسجد احمدیہ لنڈن کے فوٹوز بھی دیئے گئے ہیں۔ شمسی اور ہجری سالوں کی تاریخیں بھی دی گئی ہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر یہ کیلنڈر نظارت دعوۃ و تبلیغ کے بک سٹال واقعہ احمدیہ بازار سے مل سکتا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے رکھی گئی ہے۔ جو دوست زیادہ تعداد میں خرید فرمائیں گے انہیں پچیس فی صدی کمیشن دیا جائے گا۔ جو دوست بذریعہ ڈاک کیلنڈر منگوائیں گے پیکنگ و اخراجات ڈاک بذمہ خریدار ہوں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

لازمی چندہ جات اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

ایک الہام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جلسہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے پتہ لگتا ہے کہ یہ کام آخر ہو کر رہے گا۔ اور کسی روک کی وجہ سے چاہے وہ کتنی ہی بڑی ہو اس سے یہ کام رُک نہیں سکتا۔ آپ کا الہام ہے یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ۔ یعنی تیری امداد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔ پس مجھے روپیہ کی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ خود ایسے آدمی لائے گا جن کے دلوں میں الہاماً وہ یہ تحریک پیدا کرے گا کہ جاؤ اور چندے دو۔ اس کے لئے مجھے کوئی گھبراہٹ نہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کا ایمان بڑھ جائے تو موجودہ چندوں سے چارگنا کیا اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء)

پس احباب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کی تعمیل میں اپنی مالی ذمہ داریوں کا صحیح احساس کرتے ہوئے لازمی چندہ کی سو فیصدی ادائیگی کی طرف جلد توجہ فرمائیں۔ کیونکہ موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں اب صرف قریباً چار ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے جملہ عہدہ داران اور احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے ذمہ بقایا جات کی جلد ادائیگی کی طرف توجہ فرما کر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بخشے اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

بقیہ اداریہ (۲)

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

تا آنکہ خدائی وعدے پوری شان کے ساتھ پورے ہو جائیں — اور احمدیت کے ذریعہ اِسلَام کو رُوحانی طور پر عالمگیر غلبہ حاصل ہو جائے —!!

اس لئے مبارک ہے وہ شخص جو وقت کی نزاکت کو پہچانتا اور اُس کے مطابق اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ اور اُن لوگوں میں شامل ہو جانے کی کوشش کرتا ہے جو خدا کی ابدی رحمتوں اور فضلوں کے وارث بننے والے ہیں — وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

عہدیداران مالی کی خدمت میں ضروری گذارش

پنجاب نیشنل بنک کے ریجنل منیجر صاحب جالندھر نے ہماری درخواست پر اپنے ہیڈ آفس کی منظوری سے ۲۵ر ستمبر ۱۹۷۵ء کو سرکلر کیا ہے کہ "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کے اکاؤنٹ میں قادیان سے باہر کی جماعتوں سے بھجوائی جانے والی رقوم بلا فیس وصول کر کے بھجوائی جائیں۔ ایسی جملہ رقوم M.T. (MAIL TRANSFER) کے ذریعہ ہمارے حساب قادیان میں جمع ہوں گی۔ اور بیرونی برانچیں رقوم وصول کرتے وقت احباب کو رسید دیا کریں گی۔ اس بارے میں ضروری گذارش ہے کہ:

(۱) ہمارا اکاؤنٹ SADR ANJUMAN AHMADIYYA QADIAN کے نام ہے۔ اس لئے رقوم جمع کراتے وقت "صدر انجمن احمدیہ قادیان" کے اکاؤنٹ میں جمع ہونے کا درج کیا جائے۔ پنجاب نیشنل بنک قادیان میں ہمارے کرنٹ اکاؤنٹ کا نمبر 75 ہے۔ اکاؤنٹ کا نمبر بھی درج کرنا زیادہ بہتر رہے گا۔

(۲) احباب رقوم جمع کرا کر رسید بنک اور تفصیل چندہ دفتر ہذا کو ارسال فرمادیا کریں۔

(۳) ریجنل منیجر صاحب کے سرکلر کی مصدقہ نقل جملہ جماعتوں کی خدمت میں ارسال کر دی گئی ہے۔ یہ صرف پنجاب نیشنل بنک کی برانچوں کے لئے ہے۔ اگر کسی جماعت میں سرکلر کی نقل نہ ملی ہو تو مطلع فرماویں تاکہ دوبارہ بھجوا دی جائے۔

اُمید ہے کہ احباب اِس رعایت سے فائدہ اُٹھا کر فیس کی بچت کریں گے۔

مُحاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

"صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ اسلام کا بہت بڑا منصوبہ ہے۔ جس کی تکمیل کی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے کمزور کندھوں پر ڈالی ہے۔"

Registered with the Registrar of news papers for India at No. R. N. 61/57
Regd. No. : P/G D. P-3
Phone No. : 35

Jalsa-Salana-Number

The Weekly BADR Qadian

Editor : Mohammad Hafeez Baqapuri
Sub Editors : Jawaid Iqbal Akhtar
Mohammad Inam Ghori

Vol. 24 | 18th, 25th December, 1975 | No. 51. 52

دُنیا میں میرا کوئی دُشمن نہیں ہے

مَیں بنی نوع سے ایسی محبّت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچّوں سے

مَلفُوظاتُ سَیّدنا حَضرتْ مَسِیحِ مَوعُود عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام

" مَیں تمام مُسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہُوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دُشمن نہیں ہے ۔ مَیں بنی نوع سے ایسی محبّت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچّوں سے ۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ۔ مَیں صرف اُن باطِل عقائد کا دُشمن ہوں جن سے سچائی کا خُون ہوتا ہے ۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے ۔ اور جُھوٹ اور شرک اور ظُلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بد اخلاقی سے بیزاری میرا اُصول ۔

میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرّک یہ ہے کہ مَیں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے ۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطّلاع ہوئی ہے ۔ اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہُوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے ۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اُس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے ۔ وہ ہیرا کیا ہے ؟ سچا خُدا ۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اُس کو پہچاننا ۔ اور سچا ایمان اُس پر لانا ۔ اور سچی محبّت کے ساتھ اُس سے تعلّق پیدا کرنا ۔ اور سچی برکات اُس سے پانا ۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اُس سے محروم رکھوں ۔ اور وہ بھُوکوں مریں اور مَیں عیش کروں ۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا ۔ میرا دِل اُن کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہوجاتا ہے ۔ اُن کی تاریکی اور تنگ گُزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے ۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں ۔ اور سچائی اور یقین کے جواہر اُن کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامنِ استعداد پُر ہوجائیں ۔ "

(اربعین ۱ ۔)

غیر مُلکی نومسلم احمدی حضرت محترم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ

(فوٹو) شعبہ نشر و اشاعت کے تبلیغی شوروم کے صدر دروازے پر
(بائیں سے دائیں) ۔۔۔۔۔۔۔۔

۱ ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظرِ دعوۃ و تبلیغ قادیان ۔
۲ ۔ مسٹر سیف الاسلام محمود صاحب ارکسن آف سویڈن ۔
۳ ۔ مسٹر شعیب موسیٰ صاحب آف سویڈن ۔
۴ ۔ مسٹر نور احمد بولستاد صاحب آف ناروے ۔
۵ ۔ مسٹر زلیسنل عثمان صاحب آف یوگوسلاویہ ۔

★ ۔۔ اوّل الذکر تینوں سکنڈے نیوین دوستوں کو حضرت اقدس ایدہ اللہ کی اقتداء میں مسجد گوٹن برگ (سویڈن) کا سنگِ بنیاد رکھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ۔